ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

20

www.tanzeem.org

14 تا 20 مئی 2013ء / 3 تا 9 رجب المرجب 1434ھ

مسلمانانِ پاکستان! مہلت کہیں ختم نہ ہو جائے!

مسلمانانِ پاکستان اللہ تعالیٰ کی جانب سے بڑے سخت امتحان اور کڑی آزمائش سے دوچار ہیں اور ہر حساب و کتاب سے ماوراء اور بڑی سے بڑی توقعات سے بھی بڑھ کر جو احسانِ عظیم [نفاذِ اسلام کے وعدہ پر آزاد و خود مختار ملک عطا کرنے کی صورت میں] قدرت نے کیا تھا، اس کی ناقدری و ناشکری اور صریح وعدہ خلافی پر سزا کا ایک بہت سخت کوڑا مشرقی پاکستان کے سقوط اور وہاں انتہائی ذلت آمیز شکست کی صورت میں ہماری پیٹھ پر پڑ چکا ہے۔ تاہم واقعہ یہ ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس قانون کا مظہر ہے کہ (ترجمہ): ''ہم انہیں (آخری اور) بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے، شاید کہ یہ (اپنی روش سے) باز آجائیں'' (سورۃ السجدہ آیت نمبر 21) اللہ تعالیٰ نے ابھی آخری سزا نہیں دی اور تلافیٔ مافات کی مہلت عطا کی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ یہ بچا کھچا پاکستان بھی ہرگز کوئی حقیر شے نہیں ہے بلکہ وسائل اور امکانات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ ابھی مشرقی پاکستان بھی نام کی تبدیلی کے باوجود ایک آزاد اور خود مختار ملک کی حیثیت سے ان ہی حدود کے ساتھ دنیا کے نقشے پر قائم ہے جن کے ساتھ 1947ء میں اس کا ظہور ہوا تھا ___ گویا ابھی موقع ہے کہ اگر جگر کے اس شعر کے مطابق کہ

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

ہم اپنی روش کو اس آسمانی منصوبے کے مطابق اور موافق بنا لیں جس کی ایک کڑی پاکستان کا قیام ہے تو کوئی عجب نہیں کہ برصغیر کے اس گوشے میں اسلام کا ازسرِنو تمکن و استحکام جہاں آج سے تیرہ سو سال قبل صنم خانہ ہند کا اوّلین، دارالاسلام قائم ہوا تھا، اس کے کسی نئے عروج کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ ع ''رازِ خدائی ہے یہ، کہہ نہیں سکتی زبان'' بصورت دیگر ہمارا حشر اس شخص کا سا ہوگا، جس کا ذکر سورۂ اعراف کی آیات 176,175 میں آیا ہے۔ ''جسے ہم نے اپنی خاص نشانیاں عطا کی تھیں مگر وہ ان سے بھاگ نکلا، تو پیچھے لگ گیا اس کے شیطان اور شامل ہو کر رہا وہ سخت گمراہوں میں، اور اگر ہم چاہتے تو اسے اپنی نشانیوں کے طفیل رفعتوں کا مکین بنا دیتے مگر وہ بدبخت تو زمین ہی کی جانب جھکتا چلا گیا۔''
گویا اس صورت میں اندیشہ ہے کہ ع ''ہماری'' داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں!

استحکامِ پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

تبدیلی؟

اسلام غالب ہو کر رہے گا۔ ان شاء اللہ

تسبیح باری تعالیٰ

خالی ہے نیام!

حسنِ اخلاق

نظامِ تعلیم پر یلغار، قوم کب جاگے گی؟

ہے جرم ضعیفی کی سزا......

شہاب الدین غوری II

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ الرعد

(آیات:24 تا 26)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾

آیت 24 ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾﴾ ''(اور کہیں گے) سلامتی ہو آپ پر بسبب اس کے جو آپ لوگوں نے صبر کیا' تو کیا ہی اچھا ہے یہ آخرت کا گھر!''

جنت میں اپنے آباء و اجداد اور اہل و عیال میں سے صالح لوگوں کی معیت گویا اللہ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کے لیے ایک اعزاز ہوگا' اور اس کے لیے اگر ضرورت ہوئی تو ان کے ان رشتہ داروں کے درجات بھی بڑھا دیے جائیں گے۔ مگر یہاں یہ نکتہ بہت اہم ہے کہ اہل جنت کے جو قرابت دار کفار اور مشرکین تھے' ان کے لیے رعایت کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی' بلکہ اس رعایت سے صرف وہ اہل ایمان مستفیض ہوں گے جو ''صالحین'' کی baseline پر پہنچ چکے ہوں گے۔ یعنی سورۃ النساء' آیت 69 میں جو مدارج بیان ہوئے ہیں ان کے اعتبار سے جو مسلمان کم سے کم درجے کی جنت میں داخلے کا مستحق ہو چکا ہوگا' اس کے مدارج اس کے کسی قرابت دار کی وجہ سے بڑھا دیے جائیں گے جو جنت میں اعلیٰ مراتب پر فائز ہوگا۔ مثلاً ایک شخص کو جنت میں بہت اعلیٰ مرتبہ عطا ہوا ہے' اب اس کا باپ ایک صالح مسلمان کی baseline پر پہنچ کر جنت میں داخل ہونے کا مستحق تو ہو چکا ہے مگر جنت میں اس کا درجہ بہت نیچے ہے' تو ایسے شخص کے مراتب بڑھا کر اسے اپنے بیٹے کے ساتھ اعلیٰ درجے کی جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔

آیت 25 ﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ﴾ ''اور (اس کے برعکس) وہ لوگ جو توڑتے ہیں اللہ کے عہد کو اس کو مضبوطی سے باندھنے کے بعد اور کاٹتے ہیں ان (رشتوں) کو جن کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد مچاتے ہیں۔''

قبل ازیں سورۃ البقرۃ' آیت ۲۷ میں بھی ہم بعینہٖ یہ الفاظ پڑھ آئے ہیں: ﴿اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ﴾ وہاں اس حوالے سے کچھ وضاحت بھی ہو چکی ہے۔

﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہوگی اور ان کے لیے برا گھر (جہنم) ہے۔''

آیت 26 ﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ﴾ ''اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا رزق دیتا ہے۔''

﴿وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾﴾ ''اور یہ لوگ مگن ہیں دنیا کی زندگی پر' حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے سوائے تھوڑے سے فائدے کے۔''

جو لوگ اُخروی زندگی کے انعامات کے اُمیدوار نہیں ہیں ان کی جُہد و کوشش کی جولان گاہ یہی دنیوی زندگی ہے۔ ان کی تمام تر صلاحیتیں اسی زندگی کی آسائشوں کے حصول میں صَرف ہوتی ہیں اور وہ اس کی زیب و زینت پر فریفتہ اور اس میں پوری طرح مگن ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے اس طرزِ عمل پر بہت خوش اور مطمئن ہوتے ہیں' حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک متاعِ قلیل و حقیر کے سوا کچھ بھی نہیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

مسلمانوں کے لیے بہترین اور بدترین ادوار کی علامات

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اِذَا كَانَ اُمَرَاءُ كُمْ خِيَارَكُمْ وَاَغْنِيَاءُ كُمْ سُمَحَاءَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَاِذَا كَانَ اُمَرَاءُ كُمْ شِرَارَكُمْ وَاَغْنِيَاءُ كُمْ بُخَلَاءَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَاءِ كُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا))

(رواہ الترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب (حالت یہ ہو کہ) تمہارے حکمراں تم میں سے نیک لوگ ہوں، اور تمہارے دولت مندوں میں سماحت و سخاوت کی صفت ہو، اور تمہارے معاملات باہم مشورہ سے طے ہوتے ہوں تو (ایسی حالت میں) زمین کی پشت تمہارے لیے اس کے بطن (پیٹ) سے بہتر ہے...... اور (اس کے برعکس) جب حالت یہ ہو کہ تمہارے حکمران تم میں سے بدترین لوگ ہوں، اور تمہارے دولت مندوں میں (سماحت کی بجائے) بخل اور دولت پرستی آ جائے، اور تمہارے معاملات (بجائے اہل الرائے کی مشاورت کے) تمہاری عورتوں کی رایوں سے چلیں، تو (ایسی حالت میں) زمین کا بطن (پیٹ) تمہارے لیے اس کی پشت سے بہتر ہے۔''

تاخلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

14 تا 20 مئی 2013ء جلد 22
3 تا 9 رجب المرجب 1434ھ شمارہ 20

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------ (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبدیلی؟

تبدیلی ہر سو تبدیلی کے آوازے ہیں۔ گویا مکمل اتفاق ہے کہ موجودہ صورت حال اطمینان بخش نہیں بلکہ گوارا بھی نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ سٹیٹس کُو کو توڑا جائے گا۔ سب بڑی جماعتیں اور بڑے لیڈر اینٹی سٹیٹس کُو ہونے کی دعویدار ہیں۔ یہ نعرے، یہ تقریریں انتخابات کے حوالے سے ہیں اور یہ سب کچھ عوامی رجحان کو مدِ نظر رکھ کر کیا جا رہا ہے۔ اگر عوام اور لیڈران سب تبدیلی چاہتے ہیں تو تبدیلی کے راستے میں رکاوٹ کیا ہے اور کون سٹیٹس کُو برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ صورت حال کو سمجھنے کی لئے اپنے ذہن کو قریب قریب نصف صدی پیچھے لے جایئے۔ صدر ایوب معاہدہ تاشقند کی وجہ سے غیر مقبول ہو گئے تھے۔ ان کے ذوالفقار علی بھٹو نامی وزیر نے ان کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ اسلامی سوشلزم کی اصطلاح ایجاد کی۔ غریبوں کی غربت کو جھنجھوڑا۔ ہاریوں اور مزدوروں کی حکومت کا نعرہ لگایا۔ لہٰذا 1971ء کی جنگ کے نتیجہ میں جو نیا پاکستان وجود میں آیا تھا، ذوالفقار علی بھٹو اس کا مقبول ترین لیڈر بن گیا۔ خصوصاً سندھ اور پنجاب میں ایسی لہر چلی کہ کوئی پرانا لیڈر ٹھہر نہ سکا۔ ہر جگہ اسی کا طوطی بولنے لگا۔ وہ جلسوں اور جلوسوں میں محنت کاروں، زمینداروں اور وڈیروں کا تمسخر اُڑاتا، یہاں تک کہ ان پر نازیبا جملے چُست کرتا۔ اس نے انتخابات میں روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگایا۔ وہ خود سندھ کا ایک وڈیرہ تھا اور وڈیرہ زادہ تھا، لیکن عوام نے پھر بھی اس پر اعتماد کا اظہار کیا، اُس پر بھروسا کیا اور اسے ووٹوں سے لاد دیا۔ پھر کیا کچھ ہوا، یہ طویل داستان ہے، لیکن اختتام کیا ہوا۔ ایک دل جلے نے یہ کہہ کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا کہ عوام کو روٹی کی جگہ گولی، کپڑے کی جگہ کفن اور مکان کی بجائے قبر ملی۔ آیئے، تجزیہ کریں ایسا کیوں ہوا۔ بڑی سادہ سی بات یہ ہے کہ بھٹو نے تبدیلی کا آغاز اپنی ذات سے نہ کیا۔ دوسروں کے پیٹ پر لاتیں ماری گئیں، اپنا وڈیرہ پن ختم نہ کیا۔ اپنی ذات کو مثال نہ بنایا۔ لوگوں کو شدید مایوسی ہوئی، یہاں تک کہ پنجاب میں اس سے اور اس کے نظریہ سے نفرت نے ایک نئے لیڈر کو جنم دے دیا۔ اگرچہ بھٹو خاندان میں پے در پے حادثاتی اموات نے پاکستان پیپلز پارٹی کو زندہ رکھا، لیکن اب وہ دیہی سندھ تک محدود ہو چکی ہے اور وہاں بھی اسے بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے یا جنوبی پنجاب میں بعض Electables نے اس کے لاشے کو اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج تبدیلی کا نعرہ ایک نئی ابھرنے والی جماعت نے لگایا ہے۔ باقی جماعتیں تو اس راگ میں اپنی آواز ملانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ نوٹ کیجئے کہ اس نعرے کا اثر صرف نوجوان اور جوان نسل پر ہو رہا ہے، ادھیڑ عمر اور بزرگ لوگ اس نعرے کو درست سمجھتے اور جانتے ہوئے بھی اس کا اثر قبول نہیں کر رہے، اس کو سیاسی ڈراما سمجھ رہے ہیں۔ ماضی کے تجربات نے انہیں مایوس کیا ہے۔ لہٰذا وہ تبدیلی کے نعرے پر کان نہیں دھر رہے۔ اگر آج کے نعرے بازوں نے بھی محض حصول اقتدار کی خاطر نعرہ مارا اور اپنی ذات سے تبدیلی کا آغاز نہ کر سکے اور عوام کی زندگی میں وہ کوئی قابل ذکر تبدیلی نہ لا سکے تو ہم ان نعرہ بازوں کو انتباہ کرتے ہیں کہ اس مرتبہ عوام کا ردعمل زیادہ شدت اور خوفناک انداز میں سامنے آ سکتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ پاکستان میں حقیقی اور بنیادی تبدیلی اس نظریہ کی عملی تعبیر کے بغیر ممکن نہیں جس کی بنیاد پر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ بالفاظ دیگر اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے نفاذ کے بغیر وطنِ عزیز کو لاحق بیماریوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ممکن نہیں۔ لیکن اس انقلاب کے عملی پذیر ہونے تک ہمیں خود کو کسی نہ کسی طرح زندہ رکھنا ہے۔ لہٰذا

اس وقت تک Life Saving Drugs کا استعمال ناگزیر ہے۔ اس لئے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ کون سی بیماری ایسی ہے جو جان لیوا ثابت ہوسکتی ہے۔ ہماری رائے میں تبدیلی کی پکار لگانے والے فوری طور پر مالی بددیانتی اور بدعنوانی پر فوکس کریں، وہ خود کو صادق اور امین ثابت کریں اور پھر معاشرے کو اس کینسر سے پاک کریں۔ ہوسِ زر یقیناً ایک انسانی مسئلہ ہے، لیکن یہ ہوس جب ایک حد سے بڑھ جائے تو وہ دوسری بہت سی بُرائیوں اور خرابیوں کو جنم دیتی ہے۔ ہمارا پورا معاشرہ ہوس زر سے گل سڑ چکا ہے اور اُس سے اٹھنے والی سڑاند دوسری بہت سی بیماریوں کو جنم دے رہی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر حکومتی سطح پر بددیانتی اور بدعنوانی پر قابو پالیا گیا تو عین ممکن ہے کہ ہم اُس صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائیں جو ہمیں بالآخر نظامِ عدلِ اجتماعی کی منزل تک پہنچا دے، یعنی ایک Soft revolution وقوع پذیر ہو جائے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوسکا تو کم از کم یہ تو ہو جائے گا کہ ہم جس تیزی اور برق رفتاری سے تباہی اور بربادی کی شاہراہ پر گامزن ہیں وہ رفتار تھم جائے گی، وگرنہ دوسری صورت میں وہ زمین ہی ہماری پاؤں کے نیچے سے سرک جائے گی جس پر ہم اسلام کا قلعہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ان انتخابات کے نتیجہ میں اس حوالے سے اگر کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی اور نئے حکمران بھی بددیانت اور بدعنوان ہی ثابت ہوئے تو اُس کا نتیجہ یقیناً ایک انقلاب کی صورت میں نکلے گا۔ وہ انقلاب محض خونی انقلاب بھی ہوسکتا ہے جس سے انسانوں کا خون زمین کا رنگ بدلنے کے سوا کوئی تبدیلی نہیں لا سکے گا۔ لہٰذا آج سے ہی اپنے ذہن میں تبدیلی لائیں اور ان نکات پر غور کریں۔ کیا انسان کے بنائے ہوئے آئین اور قوانین انسانیت کو امن اور آشتی دے سکتے ہیں یا اُس رب کے بنائے ہوئے ضابطے جو تمام انسانوں کا خالق ہے۔ کیا اللہ کی حاکمیت انسانوں کو امن چین اور سکون دے سکتی ہے یا انسانی حاکمیت۔ یاد رہے انسانی حاکمیت کے فلسفہ کے تحت سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے گزشتہ ایک صدی میں کتنی تباہی و بربادی پھیلائی ہے اُس کی مثال بقیہ انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اللہ کی حاکمیت ہمیں اخوت و محبت شفقت و رحمت اور مساوات سکھاتی ہے۔ انسانی حاکمیت نے انسانوں میں تقسیم اور باہمی خونریزی کے سوا کیا دیا۔ لہٰذا ہمیں صرف اس تبدیلی کی ضرورت ہے کہ ہم اللہ کی حاکمیت کی طرف لوٹ جائیں، اُسے ہی یہ حق حاصل ہے۔ ہماری ذمہ داری نیابت کی ہے، خلافت کی ہے، حاکمیت کی نہیں۔ اللہ کی نیابت کرنے والا انسان جب خلافت قائم کرے گا تو وہ انسانوں کے درمیان ڈنڈی نہیں مارے گا۔ ہمیں صرف اور صرف ایسی تبدیلی کی ضرورت ہے۔

بیاںبہ مجلس اسرار

کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب آئے گا! ان شاء اللہ

اللہ نے بھیجا حضرت محمد ﷺ کو غلبۂ دین کے لیے ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ تاکہ دینِ حق کو غالب کردیں تمام ادیان پر۔ اور بھیجا پوری نوعِ انسانی کے لیے۔ ان دونوں باتوں کو جوڑیے، صغریٰ کبریٰ ملا دیجئے تو بعثتِ محمدی کا مقصد یعنی تکمیلِ رسالت کا آخری مرحلہ وہ ہوگا کہ جب کل نوعِ انسانی پر اللہ کا دین غالب آجائے۔ علامہ اقبال نے ''جوابِ شکوہ'' میں بڑی پیاری بات کہی ہے: ؎

وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے!
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے!!

یہ کام ابھی نہیں ہوا۔ پوری نوعِ انسانی تک تو یہ دین نہیں پہنچا۔ کل روئے ارضی پر اللہ کے دین کا غلبہ نہیں ہوا۔ لیکن نوٹ کر لیجیے کہ یہ ہو کر رہنا ہے۔ احادیث میں حضور ﷺ نے اِس کی خبریں دی ہیں۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے زمانے سے لے کر قیامِ قیامت تک کے پانچ ادوار گنوا دیے ہیں: (1) دورِ نبوت (2) خلافت علیٰ منہاج النبوۃ، یعنی خلافت راشدہ (3) ظالمانہ ملوکیت (4) غلامی والی ملوکیت (5) پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ۔ اس وقت نوعِ انسانی اس پانچویں دَور کی دہلیز تک پہنچی ہوئی ہے، گویا یہ دَور آیا چاہتا ہے، زیادہ دُور نہیں ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے کل زمین کو لپیٹ دیا (یا سکیڑ دیا) تو میں نے اس کے تمام مشرق اور تمام مغرب دیکھ لیے۔ اور سن رکھو! میری اُمت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو زمین کو سکیڑ کر اور لپیٹ کر مجھے دکھا دیے گئے۔'' (صحیح مسلم)

کوئی شک ہے؟ کیسے ہوسکتا کہ دنیا ختم ہو جائے اور حضرت محمد رسول ﷺ پر تکمیل رسالت کا یہ مظہر پورا نہ ہو کہ کل روئے ارضی پر حضرت محمد ﷺ کا لایا ہوا دین، دین الحق اسی طرح غالب ہو جائے جیسے آپؐ کے دست مبارک سے جزیرہ نمائے عرب میں ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ کی شان سے غالب ہوا تھا۔

موجودہ ماحول میں اسلام اور مسلمانوں کے جو حالات ہیں، ان سے بڑی مایوسی ہوتی ہے اور کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ ؎

سنبھلنے دے مجھے اے نا اُمیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے!

اس نا اُمیدی کے چکر سے نکلنے اور ''دامانِ خیالِ یار'' کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے ان احادیث کو حرزِ جان بنائیں، انہیں پڑھیں، یاد کریں، انہیں لوگوں تک پہنچائیں۔

(محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ''ختم نبوت کے دو مفہوم اور تکمیل رسالت کے عملی تقاضے'' سے اقتباس)

تسبیح باری تعالیٰ

معنی ومفہوم

سورۃ الحدید کی آیت 1 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 3 مئی 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد)

حضرات! سورۃ واقعہ پچھلی مرتبہ ہم مکمل کر چکے ہیں۔ ترتیب مصحف میں اس کے بعد سورۃ الحدید ہے جو 27 ویں پارے کی آخری سورت ہے۔ یہ سورت چار رکوعوں پر مشتمل ہے، اور یہاں سے مدنی سورتوں کے گروپ کا آغاز ہو رہا ہے۔ قرآن مجید میں کچھ سورتیں مکی ہیں اور کچھ مدنی اور کچھ سورتوں کے مکی یا مدنی ہونے بارے اختلاف ہے۔ ان سورتوں کی ایک تقسیم تو وہ ہے جو قدیم ہے۔ دورِ نبویؐ اور دورِ صحابہؓ سے اِس تقسیم کا ذِکر موجود ہے۔ یہ قرآن مجید کی سورتوں کی سات منزلوں یا سات احزاب میں تقسیم ہے۔ اِس کے علاوہ ایک تقسیم اور بھی ہے، جس کی طرف قرآن میں تدبر کرنے والے بعض حضرات کی توجہ ماضی قریب میں مبذول ہوئی ہے۔ یہ تقسیم ایک ترتیب میں آنے والی مکی اور مدنی سورتوں کو جمع کر کے گروپ بندی کی صورت میں ہے اور اِس کے مطابق بھی قرآنی سورتوں کے سات گروپ وجود میں آتے ہیں۔ ہر گروپ کے اندر یکساں مکی اور مدنی سورتیں نہیں ہیں، بلکہ یہ تعداد متفرق ہے۔ اس طرح سے وجود میں آنے والے ہر گروپ کا آغاز ایک یا ایک سے زائد مکی سورتوں سے ہوتا ہے اور اختتام ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتوں پر۔ یہ گروپ بندی معنوی لحاظ سے ہے' چنانچہ اس میں حجم کا لحاظ نہیں ہے۔ کوئی گروپ بہت طویل ہے اور کوئی بہت مختصر۔ لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکی اور مدنی سورتوں کے اجتماع سے وجود میں آنے والے ہر گروپ کا کوئی ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے جسے اس گروپ میں شامل مکی اور مدنی سورتیں مل کر مکمل کرتی ہیں۔ اس مضمون کا ایک رُخ اس گروپ کی مکی سورتوں میں بیان ہوتا ہے تو دوسرا رُخ اسی گروپ کی مدنی سورتوں کے ذریعے سامنے آتا ہے۔ یوں دونوں مل کر اُس مضمون کی تکمیل کرتے ہیں۔

پہلے اور آخری گروپ میں ایک عجیب عکسی نسبت ہے کہ پہلے گروپ میں مکی سورت صرف ایک ہے' یعنی سورۃ الفاتحہ جو نہایت مختصر سورت ہے اور کل سات آیات پر مشتمل ہے' جبکہ مدنی سورتیں چار ہیں جو بہت طویل ہیں اور تقریباً سات پاروں پر پھیلی ہوئی ہیں' یعنی البقرۃ' آل عمران' النساء اور المائدۃ۔ اس کے بالکل برعکس آخری گروپ ہے جو آخری دو پاروں پر محیط ہے۔ اس کا آغاز سورۃ الملک سے ہوتا ہے اور تقریباً یہ پورے دونوں پارے مکی سورتوں پر ہی مشتمل ہیں' صرف آخر میں چھوٹی چھوٹی چند سورتیں مدنی ہیں۔ یہ تو تھا معاملہ پہلے اور آخری گروپ کا' درمیانی گروپوں میں بھی بڑا توازن نظر آتا ہے۔

سورتوں کی اس تقسیم میں چھٹا گروپ 7 مکی اور 10 مدنی سورتوں پر مشتمل ہے۔ سات مکی سورتوں سورۃ ق تا سورۃ الواقعہ کا مطالعہ ہم اِن اجتماعات جمعہ میں کر چکے ہیں۔ ان سورتوں کا اپنا ایک خاص رنگ ہے، اپنا ایک خاص ردھم اور اپنے موضوعات ہیں۔ ان مکیات کے بعد اب جو مدنیات شروع ہو رہی ہیں، سورتوں کی تعداد کے اعتبار سے یہ قرآن مجید کی مدنی سورتوں کا سب سے بڑا گروپ ہے۔ 10 مدنی سورتیں اکٹھی آ رہی ہیں یعنی سورۃ الحدید، سورۃ المجادلہ، سورۃ الحشر، سورۃ الممتحنہ، سورۃ الصف، سورۃ الجمعہ، سورۃ المنافقون، سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم۔ اِن سورتوں کی آج کے دور کے مسلمانوں کے حوالے سے بڑی خاص اہمیت ہے۔ ان میں پہلی سورت سورۃ الحدید ہے جس کی آج ہم ابتدائی آیت کا مطالعہ کریں گے، ان شاء اللہ۔

ان سورتوں کے تعارف کے حوالے سے چند باتیں بیان کر دی جائیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان سورتوں کا زمانہ نزول مدنی دور کا نصف آخر ہے۔ یعنی یہ سن 5 سے لے کر سن 7 تک کے عرصہ کے دوران میں نازل ہوئیں۔ دوسری بات یہ کہ مدینہ میں صورتحال یہ تھی کہ ایک اسلامی معاشرہ وجود میں آ رہا تھا، ابھی جزیرہ نمائے عرب پر اللہ کا دین غالب نہیں ہوا، دین کا غلبہ فتح مکہ پر ہوا، لیکن مدینہ میں ہی جہاں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی، نازل ہونے والی سورتوں میں شرعی احکامات نازل ہونے شروع ہو گئے۔ چنانچہ روزہ اور حج کے احکامات آ گئے۔ عائلی قوانین کی تفصیل آ گئی۔ سود کے احکامات بتدریج آتے گئے۔ اِسی طرح شراب کو پہلے دن سے حرام نہیں کیا گیا، بلکہ تدریجاً حرمت کا حکم آیا۔ تیسرے یہ کہ رسولوں کے ذمہ صرف دعوت و تبلیغ نہیں تھی، اللہ کے دین کو قائم اور نافذ کرنا بھی تھا۔ یہ مضمون مدنی سورتوں میں کئی جگہ آیا ہے۔ زیرِ مطالعہ مدنی گروپ میں یہ بات سورۃ الحدید کی آیت نمبر 25 میں واضح کی گئی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں اور کتاب کے ساتھ بھیجا، تا کہ (نظام عدل قائم کیا جائے اور) لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اللہ نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ اپنے علاقے کی مرکزی بستی میں بھیجے اور کیپیٹل کی جو اہمیت ہے وہ ہر ایک پر عیاں ہے۔ اللہ جو میزان اتارتا ہے، وہ کسی کی ایک بستی میں، کسی ایک گاؤں میں نصب کرنے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ پورے سسٹم کے اوپر حاوی کرنے کے لیے ہوتی ہے، تا کہ معاشرے کا اجتماعی نظام پورے طور پر اللہ کے دین کے تابع ہو جائے۔ پس غلبۂ اسلام کے لئے ایک ریاست کا وجود لازم ہے، جس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو۔ حیات نبوی میں دین حق کا غلبہ فتح مکہ کے موقع پر ہوا، اور اسی فتح پر اسلامی انقلاب کی تکمیل ہوئی۔ فتح مکہ کے بعد اسلام ایک غالب قوت بن گیا۔ اب اسلام کے بجائے کفر پر رہنا مشکل ہو گیا، اور لوگ جُوق در جُوق اسلام میں آنے لگے۔ قبل ازیں مدینہ میں یہ پوزیشن نہیں تھی۔ مدنی دور میں مرض نفاق کا پودا بھی آہستہ آہستہ پھلنا شروع ہو گیا تھا، جو مدنی دور کے اختتام تک ایک تناور درخت بن چکا تھا۔ مدینہ میں منافقین بھی موجود تھے۔ وہ بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، مگر وہ دل سے ایمان نہ لائے تھے۔ چنانچہ مدنی سورتوں میں منافقین کے احوال کا بھی تذکرہ ہوتا ہے۔ یہاں

سورۃ المنافقون میں منافقین کے بارے میں فرمایا کہ اے نبی یہ بظاہر تو آپؐ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں، لیکن دل سے آپؐ کی رسالت کو نہیں مان رہے۔ اُن کے اندر ایمان اور یقین سرے سے نہیں ہے۔ لہٰذا جھوٹے ہیں۔ منافقین زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے، اور تمام اسلامی عقائد کا زبان سے اقرار کرتے تھے۔ لہٰذا دنیا میں انہیں مسلمان گردانا گیا۔ مگر کلمہ کی ڈھال انہیں صرف دنیا ہی میں حاصل تھی، آخرت میں اُن کا انجام کافروں کے ساتھ ہو گا۔ سورۃ الحجرات میں فرمایا گیا کہ یہ بدو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے۔ اے نبی! ان کو بتا دیجئے کہ ابھی تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے، ہم نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ ایمان جو ایک باطنی کیفیت ہے وہ ابھی تمہیں نصیب نہیں ہوئی۔ ایمانِ حقیقی سے ابھی تم محروم ہو۔ ہاں شریعت پر عمل کرنا شروع کرو گے تو ایمان کا نور اندر پیدا ہونا شروع ہو جائے گا۔ لیکن ابھی معاملہ بڑا کچا پکا ہے۔

ایک اور بات ان سورتوں میں مسلمانوں کو زجر اور ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کا انداز ہے۔ ایمان کے عملی تقاضوں سے منافقین گریز کر رہے تھے، اور جو کچے لوگ تھے وہ ڈھیل پن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ انہیں جھنجوڑا جا رہا ہے۔ لہٰذا کہا جاتا ہے کہ ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ﴾ (الحدید: 8) کہیں الفاظ آتے ہیں۔ ﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ﴾ (الحدید: 10) کہیں سرزنش یوں کی جاتی ہے۔ ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (۲)﴾ (الصف)

اس اعتبار سے آپ دیکھیں تو آج ہمارے لئے ان سورتوں کی بڑی اہمیت ہے۔ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ''اقرار باللسان'' والا اسلام تو ہے، جو ہمیں موروثی طور پر مل گیا ہے، مگر مسلمانوں میں سے کتنے ہی ایسے ہیں جو صحیح کلمہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور خود کو مسلمانوں کی صفوں میں شامل رکھتے ہیں، حضور ﷺ کو اللہ کا آخری رسول اور نبی مانتے ہیں، قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں، مگر عمل کا معاملہ یہ ہے کہ فرائض دینی کی بجا آوری تو درکنار نماز پنجگانہ کی پابندی بھی اُن پر گراں ہے۔ اقامت دین کی جدوجہد، اسلام کے لئے اپنا تن من دھن کھپا دینا تو بڑے اونچے مقامات ہیں، وہ اسلام کے بنیادی فرض نماز سے بھی غافل ہیں۔ بالعموم یقین قلبی والے ایمان سے محرومی ہے۔ اِس پہلو سے اِن سورتوں میں ہمارے لئے راہنمائی کا بڑا سامان ہے۔ یہ ہمیں جھنجوڑنے والی سورتیں ہیں۔ اس وقت جبکہ امت مسلمہ عملی طور پر انحطاط کا شکار ہے، یہ اللہ کی طرف سے ہمارے لیے بہت ہی عظیم تحفہ ہے۔ چونکہ یہ سورتیں مدنی ہیں، اس لئے ان میں زیادہ تر خطاب مسلمانوں ہی سے ہے۔ یہود و نصاریٰ کا تذکرہ اوّل تو ملے گا نہیں، اگر ملے گا بھی تو صرف عبرت کے لئے ہوگا۔ یہود و نصاریٰ سے خطاب اِس سے پہلے سورۃ البقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۃ النساء میں بہت تفصیل سے ہوا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی سورتوں میں ان کا ذکر آتا ہے۔ لیکن ان دس سورتوں میں اِن کا ذکر ہمارے لئے نشان عبرت کے طور پر ہے۔ یعنی ہمیں بتایا جاتا ہے کہ اے مسلمانو! تم سے پہلے وہ ایک اُمت تھی، اور انہوں نے جب اللہ کے دین سے بے وفائی کی تو دیکھو کس طرح دنیا میں ان پر عذاب اللہ کے مسلط ہوئے اور اس سے عبرت حاصل کرو۔ ان جرائم کا ارتکاب تم نہ کرنا جن کی وجہ سے وہ اللہ کے قانون عذاب کی زد میں آ گئے۔

پریس ریلیز 06-اپریل 2013ء — حافظ عاکف سعید

پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا۔ علامہ اقبال کا خطبہ الٰہ آباد نظریہ پاکستان کی بنیاد ہے

قائداعظم نے پاکستان کے لئے کبھی سیکولر ریاست کے الفاظ استعمال نہیں کیے

نظریہ پاکستان مخالف فتنہ پرور متعصب سیکولر اقلیت میڈیا، تعلیمی اداروں، تھنک ٹینکس اور اقتدار کے ایوانوں پر قابض ہونے کی بدولت اکثریت کے جذبات کو بلا جواز دبانے کی کوششوں میں مصروف ہے

65 سال گزرنے کے باوجود 95% سے زائد مسلمانوں پر مشتمل اس ملک میں اللہ کا دین نافذ نہ کرنا جرم عظیم ہے

علامہ اقبال کا خطبہ الٰہ آباد نظریہ پاکستان کی بنیاد ہے۔ اقبال اور قائداعظم قطعی طور پر سیکولر نہ تھے اگر سیکولر ہوتے تو کبھی تقسیم ہند کی بات نہ کرتے۔ بانیانِ پاکستان کے اسلام کے لیے جذبات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ قائداعظم نے کبھی سیکولرازم کا لفظ استعمال ہی نہیں کیا۔ ان خیالات کا اظہار حافظ عاکف سعید امیر تنظیم اسلامی نے نظریہ پاکستان اصل حقائق کیا ہیں؟ کے موضوع پر منعقدہ مذاکرے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کیا۔ شرکاءِ مذاکرہ بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر عبدالسمیع، خالد محمود عباسی اور اعجاز لطیف نے کہا کہ قائداعظم کے 100 سے زائد بیانات میں قیام پاکستان سے پہلے، جبکہ قیام پاکستان کے بعد کم و بیش 40 بیانات میں پاکستان کی اسلامی اساس کا دوٹوک الفاظ میں ذکر موجود ہے۔ اس مذاکرے میں ایوب بیگ مرزا نے اینکر کے فرائض سرانجام دیے۔ شرکاء مذاکرہ نے کہا کہ بعض سیکولر دانشوروں کی جانب سے قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر کے ایک جملے کو سیکولر ریاست بنانے کی دلیل کے طور پر پیش کرنا علمی اور صحافتی بددیانتی سے کم نہیں۔ انھوں نے کہا کہ عالمی طور پر یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا۔ قیام پاکستان کے محض دو سال بعد قراردادِ مقاصد کا پاس ہونا اور 1956ء اور 1973ء کے آئین پاکستان کے مسودہ میں موجود اسلامی شقوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستانی عوام کی اکثریت صرف اور صرف اسلام ہی کو قیام پاکستان کا جواز سمجھتی ہے۔ پاکستان کا قیام حقیقت میں ایک معجزہ تھا لیکن بدقسمتی سے دین کی بنیاد پر بننے والے ملک کے خلاف پہلے ہی دن سے سازشیں شروع ہو گئیں۔ نظریہ پاکستان کے مخالف فتنہ پرور اور متعصب سیکولر لوگ اگرچہ آٹے میں نمک کے برابر اقلیت میں ہیں لیکن میڈیا، تعلیمی اداروں، تھنک ٹینکس اور اقتدار کے ایوانوں پر قابض ہونے کی بدولت اکثریت کے جذبات کو بلا جواز دبانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ سیکولر لوگ جس آزادی کے خواہش مند ہیں وہ نظریاتی پاکستان میں نہیں مل سکتی۔

شرکاء مذاکرہ نے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ نظریہ پاکستان ہی حقیقی اسلام ہے۔ برصغیر میں پہلے مسلمان کی آمد پر نظریہ پاکستان کی بنیاد پڑ گئی تھی اگر ہندوستان متحد رہتا تو مسلمانوں کو بے انتہا سیاسی، معاشی، مذہبی اور دینی جبر کا نشانہ بنایا جاتا۔ انہوں نے کہا کہ 65 سال گزرنے کے باوجود 95% سے زائد مسلمانوں پر مشتمل اس ملک میں اللہ کا دین نافذ نہ کرنا جرم عظیم ہے۔ جس میں سیاست دان، مذہبی رہنما، میڈیا اور بیوروکریسی برابر کے شریک ہیں۔ شرکاء نے کہا کہ جس ملک میں جاگیردارانہ نظام اور برادری سسٹم کی جڑیں مضبوط ہوں وہاں انتخابی سیاست سے اسلام نافذ کرنے کا خیال ہی خام ہے۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کا واحد ذریعہ ایک انقلابی جدوجہد ہے جس کی اساس نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے اخذ شدہ ہو۔ تمام شرکاء مذاکرہ نے اس امر پر اتفاق کیا کہ پاکستان میں امن و استحکام کی ضمانت صرف اور صرف ملک میں نفاذ دین میں ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

ان دس سورتوں میں ایک خاص بات یہ ہے کہ دس میں سے پانچ سورتوں کا آغاز تسبیح باری تعالیٰ سے ہوا۔ یہ ان سورتوں کا امتیاز ہے۔

آیئے، سورۃ الحدید سے مطالعہ کا آغاز کریں۔ اِس سورت کی پہلی آیت ہے:

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①﴾

''جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے''۔

تسبیح کا لفظ ہمارے ہاں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ تسبیح کے حوالے سے دانے دار تسبیح سے ہر مسلمان واقف ہے، جس پر اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، حالانکہ تسبیح باری تعالیٰ کے لئے دانے دار تسبیح کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بغیر اللہ کی تسبیح کثرت سے کی جائے، زبان ہر وقت ذکرِ الٰہی سے تر رہے۔ تسبیحات کے اندر تحمید و تحلیل بھی شامل ہیں۔ تسبیح کا مطلب ہے سبحان اللّٰہ کہنا، اللہ کی پاکی بیان کرنا، لیکن اس کا لغوی مفہوم کچھ اور ہے۔ اس کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ تسبیح کا مادہ س ب ح ہے۔ سَبَحَ یَسْبَحُ عربی زبان میں آتا ہے، کسی شے کے تیرنے کے لیے۔ تیرنا پانی میں بھی ہوسکتا ہے، ہوا میں بھی اور خلا میں بھی۔ یعنی کوئی شے اپنی سطح پر برقرار رہے، نیچے نہ گرے۔ اگر پانی کی سطح پر ہے تو گویا کہ وہ تیر رہی ہے، اگر نیچے جائے گی تو ڈوب جائے گی۔ اسی طرح کوئی شے اگر خلا میں یا فضا میں حرکت کر رہی ہے، لیکن اپنے مدار پر برقرار ہے، اپنی سطح پر قائم ہے تو یہ ہے سَبَحَ یَسْبَحُ یعنی تیرنا۔ یہ فعل لازم ہے۔ اس سے باب تفعیل میں ''سَبَّحَ یُسَبِّحُ'' آتا ہے، یعنی کسی شے کو تیرانا۔ یہاں پر اب یہ فعل متعدی بن گیا۔ کسی شے کو اس کی اصل جگہ پر، اس کی سطح پر برقرار رکھنا، اسے نیچے نہ گرانا یا نیچے نہ گرنے دینا۔ یہ اس لفظ کا لغوی مفہوم ہے۔

اللہ کی تسبیح کے کیا معنی ہیں؟ اللہ کا جو مقامِ بلند ہے، اسے اس پر برقرار رکھا جائے۔ کوئی ایسا تصور اُس کی ذات یا صفات کے ساتھ شامل نہ ہو جائے جو اُس کے شایانِ شان نہ ہو اور اس کے مقام سے فروتر ہو۔ اللہ کو اس کے اصل مقامِ رفیع پر برقرار رکھنا اللہ کی تسبیح ہے۔ اس کو اب ہم اس طور سے بیان کرتے ہیں کہ تسبیح سے مراد یہ کہنا ہے کہ اللہ پاک ہے، اعلیٰ ہے، ارفع ہے، ہر عیب سے مبرا ہے، منزہ ہے، نہ اس میں کسی اعتبار سے کوئی عیب ہے نہ کسی لحاظ سے کوئی نقص ہے۔ نقص اور عیب میں یہ فرق ہے کہ عیب وہ شے ہے جو کہ ناپسندیدہ ہے اور نقص صرف کمی کا نام ہے۔ نہ کسی اعتبار سے اسے کوئی احتیاج لاحق ہے، وہ مستغنی ہے، اس کو کسی کی کوئی احتیاج نہیں۔ تو اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہر احتیاج سے، ہر عیب سے، ہر نقص سے، ہر کوتاہی سے اعلیٰ، ارفع، منزہ اور مبرا ہے، یہ تسبیح ہے۔

تسبیح کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تسبیح قولی ہے۔ جو ہم کہتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى، یہ تسبیح قولی ہے۔ یعنی زبان سے اللہ کی پاکی کا اور اللہ کے ہر اعتبار سے ایک کامل ہستی ہونے کا اقرار کرنا۔ جبکہ ایک تسبیح حالی ہے کہ کائنات کی ہر شے گویا اپنے وجود سے اللہ کی تسبیح کر رہی ہے کہ میرا خالق، میرا صانع، ایک ہستی کامل ہے کہ جس کے علم میں، قدرت میں، حکمت میں کہیں کوئی کمی نہیں۔ اس لیے کہ تصویر حقیقت میں اپنے مصور کے کمالِ فن یا نقص فن کا منہ بولتا ثبوت ہوتی ہے۔ اگر اس کے فن میں کوئی کمی ہے تو اس کی غمازی بھی تصویر کر دے گی۔ اور اگر اس کا فن کمال پر ہے، نقطہ عروج پر ہے تو بھی اس کی تصویر زبانِ حال سے بول رہی ہوگی۔ تو یہ کل کائنات اس معنی میں اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔ تسبیح حالی کا یہ مفہوم تو بالکل سمجھ میں آجاتا ہے، لیکن قرآن مجید کے بعض مقامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو کوئی زبان بھی دے رکھی ہے جس سے وہ اُس کی تسبیح کر رہی ہے۔ یہ بات اگرچہ ہماری سمجھ میں نہ آئے لیکن ایک تو قرآن مجید میں صراحت سے مذکور ہے کہ جب حضرت داؤدؑ حمد کے ترانے الاپتے تھے تو اس میں پہاڑ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے اور پرندے بھی شامل ہو جاتے تھے۔ یہ قرآن مجید کی نص قطعی ہے۔ مزید برآں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت 44 میں ارشاد ہے: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ﴾ ''اللہ کی تسبیح تو ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان آسمانوں اور زمین میں ہے، سب کر رہے ہیں''۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ﴾ ''نہیں ہے کوئی شے مگر وہ تسبیح کر رہی ہے اس کی تحمید کے ساتھ، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے''۔ تو تسبیح حالی تو ہماری سمجھ میں آرہی ہے، معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر شے تسبیح قولی میں بھی مشغول ہے۔ اسی لئے معرفت الٰہی کے حوالے سے دو چیزوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک معرفت ذات ہے اور ایک معرفت صفات۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا کوئی تصور کسی انسان کے لیے قطعاً ممکن نہیں۔ یہ ہمارے لیے out of bounds ہے۔ اس پر سے پردہ آخرت میں اٹھے گا۔ چنانچہ آخری نعمت جو اہل جنت کو نصیب ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ گویا حور و قصور اور جنت کی جنتی نعمتوں کا بھی تذکرہ ہوتا ہے، ان سب سے کہیں بڑھ کر اور آخری شے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ بہرحال معرفت ذات ہمارے لیے ناممکن ہے، ہم اُس کی ذات کی کنہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس ضمن میں ایک بات کہی تھی: ''العِجزُ عن دَركِ الذّاتِ ادراك'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ادراک سے عاجز ہو جانے کا جب انسان کو احساس ہو جائے تو یہی ادراک ہے۔ یہی درحقیقت علم ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی ذات کا کوئی تصور، کوئی تخیل اور کوئی فہم ہمارے لیے ممکن نہیں۔ اگر ہم کہیں کہ اللہ تعالیٰ کس چیز کا بنا ہوا ہے، تو اپنی حدود سے تجاوز کریں گے۔ ہم تو بس یہی کہیں گے کہ ہاں ایک ذات ہے جو کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ اس کی تسبیح کائنات کا ایک ایک ذرہ کر رہا ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اس کے وجود کا گواہ ہے، اور وہ اپنے وجود سے اعلان کر رہا ہے کہ ہاں میرا خالق، میرا موجد، میرا صانع ہر عیب سے، ہر نقص سے، ہر کوتاہی سے پاک ہے۔ پس معرفت الٰہی دراصل اللہ کی صفات کے حوالے سے ہوگی۔ اس لئے کہ اس کی صفات کے جلوے ہمیں ہر طرف نظر آرہے ہیں۔ اس کی خلاّقی، اس کی صناعی، اس کی قدرت کے مظاہر جابجا دکھائی دیتے ہیں۔ کائنات کا ہم جتنا زیادہ مشاہدہ کریں گے اتنا ہی زیادہ یہ احساس ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی عظیم ہے۔ اس کی قدرت کاملہ کا یہ عالم ہے کہ پوری کائنات اس کے قبضہ قدرت میں ہے، ہر شے اس کے تسلط میں ہے۔ اللہ کو پہچاننا ہو تو اللہ کا کلام قرآن مجید اس کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ اللہ کی پہچان اللہ کا کلام کراتا ہے۔ کلام کی عظمت یہ بتا رہی ہے کہ صاحب کلام کتنا عظیم ہے۔

تسبیح باری تعالیٰ پر کتنا اجر و ثواب ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ آپؐ نے فرمایا: ''سبحان اللہ کہنے سے (یعنی اس بات کا اقرار کرنے سے کہ اللہ کی ذات ہر عیب سے، ہر نقص سے، ہر کمی اور کوتاہی سے پاک ہے) میزان آدھی بھر جاتی ہے اور الحمد للہ کا کلمہ میزان کو پُر کر دیتا ہے۔'' تسبیح باری تعالیٰ کائنات کا ذرہ ذرہ کر رہا ہے۔ انسان کو جسے ظلوم وجہول کہا گیا ہے، یہ آپشن دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو اللہ کا شکر گزار بندہ بنے چاہے تو کفران نعمت کی روش اپنائے۔ چاہے تو اللہ کا شکر گزار بندہ بن کر کائنات کے آفاقی حقائق کو دل اور زبان سے مانے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اُس کی زبان سے ''سبحان اللہ'' اور ''الحمد للہ'' کے الفاظ نکلیں گے، یا چاہے تو ڈھیٹ بن کر اللہ کا ناشکرا بن جائے اور انکار کر دے۔ جیسے کہ ہمارے ہاں ایک طبقہ بہت

(باقی صفحہ 11 پر)

خالی ہے نیام

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

اِن سطور کی اشاعت تک ملک میں انتخابات منعقد ہو چکے ہوں گے۔ اس وقت انتخابی مہم کا اختتام ہوا چاہتا ہے۔ بینروں، جلسے جلوسوں کی رنگا رنگ بہار، بلند آہنگ وعدوں، دعووں اور نعروں کے بیچ اصل چیلنج صرف ایک ہے، وہ یہ کہ آیا پاکستان ایک آزاد، خودمختار ملک کی حیثیت سے اپنا تشخص بحال کر سکے گا؟ امریکی تسلط اور بھارتی گھرکیوں سے آزاد پاکستان۔ ایک آزاد ملک کی علامات، خصوصیات اپنے سابقہ دشمن، ہمسایہ ملک میں دیکھ لیجیے۔ سربجیت سنگھ ایک دہشت گرد مجرم تھا۔ بھارت نے اپنے شہری کو ایک لمحے کے لیے تنہا نہ چھوڑا۔ لاتعلقی کا اظہار (Disown) نہ کیا۔ اس کے تحفظ اور سلامتی کا غم بھارتی وزیراعظم نے بھی کھایا۔ سفارتی رسائی مانگی۔ وہ ہمارے 14 شہریوں کا قاتل تھا۔ دو مقامات پر دہشت گرد حملوں میں ملوث ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا تھا۔ ہم نے اسے وی آئی پی قیدی بنا کر رکھا۔ وہاں وہ کنٹین چلا رہا تھا۔ ہٹا کٹا صحت مند۔ باہم جھگڑے کے دوران قیدیوں کے ہاتھوں یہ نوبت آئی۔ پاکستان نے اس کی آؤ بھگت میں کوئی کمی نہ کی تھی۔ تاہم بھارت کا خصوصی جہاز سے جاسوس کی لاش حکومتی سطح پر منگوانا ہماری زمین پر دھماکوں کے مجرم کو قومی ہیرو کا درجہ دینا ملاحظہ ہو۔

ان کا اپنے مجرم شہری کا پشت پناہ ہونا ہماری گزشتہ دہائی پر رواں تبصرہ ہے، ڈاکٹر عافیہ سے بے اعتنائی تو شرمناک ترین باب ہے۔ تاہم اجمل قصاب اور افضل گورو پر پاکستانی حکومت کا رویہ بھی اس تناظر میں دیکھے جانے کے لائق ہے۔ سربجیت بمقابلہ اجمل قصاب اور دوسرا ہماری شہ رگ کشمیر کا مظلوم شہری! امریکہ کی فرمائش پر اپنے بے شمار شہریوں کو ہم نے ''دہشت گردی'' کے وہم میں غائب کیا۔ کچھ کو گوانتاناموبے تک پہنچایا۔ امریکہ کی فرمائش پر اپنے ہاں نام نہاد دہشت گردی کی جنگ چھیڑی اور اسے اپنا قرار دینے کے لیے زمین آسمان ایک کر دیا۔ 2001ء کے بعد ہمیں ایک ''نیا پاکستان'' امریکہ و پرویز نے گھڑ کر دیا۔ جس میں سیکولرازم سکہ رائج الوقت ٹھہرا، اسلام جرم قرار پایا، تعلیم سے نظریۂ پاکستان، اسلام کی ہر رمق چن چن کر نکالی گئی۔ تعلیمی اداروں سے لے کر تمام دفاتر میں اختلاط فرض ٹھہرا۔ روشن خیالی کے نام پر حسن بل بورڈوں اور کیٹ واک ریمپ کی نذر رہوا۔ میڈیا ناچ رنگ موسیقی عریانی کی ترویج پر یوں کمربستہ ہوا کہ مغربی چینلز بغلیں جھانکتے رہ گئے۔ اقبالؒ کے شاہین کی جگہ مارٹن لوتھر کنگ، مسلمان نوجوانوں کے لیے نجی سکولوں میں بطور رول ماڈل متعارف کروایا گیا۔ مغربی عیسائی تہوار، ہولی، دیوالی، بسنت عیدین پر بازی لے گئے۔ دوسری جانب پاکستان کا سربلند جھنڈا جو وقار سے اونچی سرکاری عمارات پر لہرا لہرا کر آزادی اور بانکپن دکھاتا تھا، اب قبرستانوں میں سوگوار سر جھکائے نامراد جنگ کا لقمہ بننے والوں پر نوحہ کناں ہے۔

انتخابات کے قریب آتے ہی پارٹیوں کو اللہ بھی یاد آ رہا ہے۔ ایک نعرہ ''پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ'' کا بھی لگا ہے۔ لگانے والے نے اگر تو لگے ہاتھوں اسلام پسندوں سے ووٹ براری کے لیے لگایا ہے، تو بات دوسری ہے، ورنہ اس نعرے کی تو ایک تاریخ ہے۔ جس سے پرانے پاکستان محمد علی جناح اور اقبال کے پاکستان، اسلام کے لیے سرشاری لیے پاکستان کی مہک اٹھتی ہے۔ اس نعرے کی جلو میں ڈھول بتاشے، مخلوط سیکولر ناریوں اور بلے باز جوانوں کے اکٹھ، یا گویوں کی قیادت سیادت نہیں جچتی۔ یہ نعرہ تو اصل اور خالص اسلام، مسجد، قرآن اور شریعت (لا الٰہ الا اللہ) کی خاطر کٹ مرنے والوں کا نعرہ تھا، جس کی خاطر وہ جان سے گزر گئے۔ یہ نعرہ اگر اخلاص کا حامل ہو تو قوم کی نجات، سلامتی و خودمختاری صرف اس ایک نعرے سے منتھی ہے۔

انتخابات میں امریکہ، یورپی یونین پس پردہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے صرف مبصرین کی حد تک نہیں، ہر آن مصروف عمل ہے۔ سیاسی اکھاڑے کا کوئی کھلاڑی آزاد نہیں ہے۔ میچ تو فکسڈ ہے، تاہم (بعدازاں منکشف ہونے والے فکسڈ میچوں کی مانند) عوام کا جوش و خروش (لگتے سیاسی چوکے چھکوں پر) ایک ستم ظریفی ہے۔ دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک۔ کیونکہ ابھی لب اور پیالے کے مابین کئی اندیشے حائل ہیں۔ (There is many a slip between the cup and the lip) گزشتہ سہ فریقی حکومتی اتحاد کی گریز پا کسمساہٹیں بلند آہنگ ہو رہی ہیں۔ حقیقی یا انجینئرڈ دھماکے کسی بھی وقت پانسہ پلٹ سکتے ہیں۔ دنیا میں تو نئی ایجادات کے ضمن میں، قاتل روبوٹوں (Killer Robots) پر پابندی کا مطالبہ ہو رہا ہے۔ احتجاج جاری ہیں۔ تاہم پاکستان میں انسانی صورت والے کلر روبوٹ امریکہ کے ذریعے، ایک صنعت کا درجہ پا چکا ہے۔ دل و دماغ سے محروم، ایمان و بصیرت سے عاری، بس دشمن قرار دے کر پروگرام کر دو اور چلا دو۔ کراچی تا بلوچستان اور خیبر پختونخوا کلر روبوٹوں کی زد میں ہے۔ پاکستان کے لیے سب سے بڑا چیلنج اس جنگ و جدل سے نکل کر ملک میں امن و سلامتی کو بحال کرنا ہے۔ امریکہ افغانستان سے نکل رہا ہے۔ اسے اور اس کے تمام حواریوں کو پاکستان سے نکالیے۔ پاکستان آپریشن ٹیبل سے اٹھے گا تو سانسیں بحال ہوں گی۔ آئندہ وزیراعظم بھی اگر امریکی فدوی ہی ہوگا تو عوام کے اندھا دھند وسائل انتخابات میں جھونکنے کا حاصل؟ کروڑوں خرچ کر کے اسمبلیوں میں پہنچنے والے ازسرنو نچڑی ہوئی قوم کو مزید نچوڑنے میں سر دھڑ کی بازی لگا کر لگائے مال کی بازیابی پر کمربستہ ہوں گے۔ عوام کا حال تو منے میاں کی بلی والا ہی ہوگا۔ منے نے بلی نہلا دی اور وہ مر گئی۔ ڈانٹ پڑی تو کہنے لگے۔ نہلانے سے نہیں مری، نچوڑنے سے مری ہے! ابھی کچھ مہلت ہے۔ شاید بلند بانگ جھوٹے وعدوں اور پس پردہ (الا ماشاء اللہ) امریکی ساز باز ہی کے ہاتھوں ایک ماہ میں چار مرتبہ زمین شرق تا غرب لرز لرز گئی ہے۔ خبریں کھلتی جاتی ہیں، حقائق سے پردہ اٹھتا رہتا ہے مسلسل، لیکن شاید ہم نے بھی بات نہ سمجھنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ ہمسایہ افغانستان میں بدعنوانی اور کرپشن کا بیج امریکہ نے جس طرح بویا، ڈالروں بھری بوریوں سے، بدعنوانیوں کے جنگل وہاں اگ آئے۔ پاکستان کی کہانی مختلف نہیں ہے۔ تھرڈ ورلڈ کی تھرڈ ریٹ بدعنوان کرزئی، زرداری جمہوریت کے اس بیج سے اب کوئی معجزہ رونما ہوگا؟

میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قل ھواللہ کی شمشیر سے خالی ہے نیام

رہے سہے نظام تعلیم پر سیکولر یلغار، قوم کب جاگے گی؟

کیا روشن خیالی، آئین نو، سیکولر سوچ، ترقی پسندی، ہو جا ازم اسی کا نام ہے کہ اپنے مستقبل اور آئندہ نسل کو کٹی پتنگ بنا دیا جائے

وقت کا اصل تقاضا: دینی و دنیوی تعلیم کی وحدت

روزنامہ ''دنیا'' میں جناب حسن جعفر کے کالم ''دینی اور دنیوی تعلیم: آج کا تقاضا کیا ہے'' کے جواب میں پروفیسر حافظ محمد اشرف کی مدلل اور فکر انگیز نگارشات

پاکستان کی بنیادوں میں لاکھوں پُر خلوص اور صادق الایمان مسلمانوں کا خون رچا بسا ہے۔ عفت و آن کی قربانیاں، مال و منال کا ایثار اس پر مستزاد ہے۔ **لا الہ الا اللہ** کی فکری بنیاد اور **محمد رسول اللہ** کا عملی ماڈل پیش کرنا اس نوزائیدہ مملکت کی اصل غایت تھی۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی کم و بیش بیس سالہ تقاریر و خطابات کا نچوڑ یہی نظریۂ پاکستان تھا، جس کا دستور قرآن قرار دیا گیا، لہٰذا یہ طے شدہ بات تھی کہ اس کی معیشت سود اور دیگر آلائشوں سے پاک رکھی جائے گی۔ اردو زبان جس کی ترجمان قرار دی گئی۔ یاد رہے اس دشوار گزار رہ گزر میں کسی کمیونسٹ، قادیانی اور سیکولر عنصر کا دور دور تک کوئی نشان دکھائی نہیں دیتا۔

شومئی قسمت کہ ع ___ 'منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے'۔ پُر خلوص اور صدق و وفا کے پیکر خود اس دنیا سے جلد دارالجزاء کو کوچ کر گئے۔ مسند اختیار و اقتدار پر 'نئے افق' تلاش کرنے والے ان گنت ایسے ''میر جعفر'' مسلط ہو گئے جن کا ضمیر دین بیزاری، روایات دشمنی، نظریہ و تحریک پاکستان سے غیر وابستگی، تہذیب حاضر کی چیرہ دستیوں کی وکالت اور سرپرستی سے اٹھا تھا۔ اپنے آباؤ سلاف کے سورج سے زیادہ روشن کارہائے نمایاں کی غلط سلط تعبیر جن کا مشغلہ، اپنی اصلی شناخت و عرفان کو بتانِ مغرب کی دہلیز پر قربان کرنا جن کا پیشہ اور تجدد پرستی جن کا شعار قرار پایا وہ پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا پر جلوہ فگن ہو گئے۔ اسی قبیل کے ایک دانشور جناب حسن جعفر کا تازہ کالم روزنامہ 'دنیا' کے ادارتی صفحہ پر منکشف ہوا جن کے مزعومات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

1۔ ''سیکولرزم'' آئین نو ہے اور مسلمہ دینی شعار سے بعد وقت کا تقاضا ہے۔ سیکولر ترکی کے فرنگی تہذیب میں رنگے 'ہو جانے کی تعریف اور چرچ کلچر کی نمائندگی اس کا ثبوت ہے۔

2۔ دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت اور اس کے مساکن و معاون کے اجراء و ارتقاء نیز اس کے شاہکار فلاسفرز اور متکلمین کی موجودگی ان کے بقول تضیع اوقات اور تباہی وسائل و ذرائع کا سبب ہیں۔

3۔ کمال اتاترک کو اسلامی دنیا کا عظیم ہیرو اور عظیم مسلمان قرار دیا جنہوں نے ترکی کی اسلامی شناخت کا فور کر دی، مساجد کو تالے ڈال دیئے، اذان پر پابندی لگا دی۔ یہودیوں کی فری میسن تحریک کا آلۂ کار جو اپنی مملکت کے لئے نکاح و طلاق کے قوانین اٹلی سے مانگتا اور صدیوں پر محیط اسلامی تشخص کی تضحیک کرواتا ہے، جناب حسن جعفر کے نزدیک عظیم ہیرو ہے۔

4۔ تحریک خلافت، علی برادران اور دیگر احراری شہداء بارے ہرزہ سرائی کرتے کرتے جناب حسن جعفر الزام تراشی بلکہ تاریخ شکستگی پر اتر آئے ہیں کہ 'احراریوں نے ایک مرحلہ پر تحریک خلافت کی قیادت مہاتما گاندھی کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ جبکہ اصل حقیقت اس کے برعکس ہے جو کہ موصوف نے لائق تحقیق نہیں گردانا، اگرچہ بزعم خود تحقیق و تخلیق کے مؤید پر چارک ہیں۔

5۔ 'آزادانہ تحقیق' کی اصطلاح کے تحت لادینیت کے علمبردار کیا بنے کہ اپنے اسلاف کو بھی سیکولر اور مذہب بیزار قرار دے ڈالا۔ ع بازی بازی با ریش بابا ہم بازی

6۔ اپنے کالم کے آخر میں موسوم دانشور نے اپنے فکر و نظر کی اصل عکاسی کر دی۔ ان کے حاشیہ خیال میں نظامِ تعلیم ایسا ہونا چاہیے کہ کم از کم ہائیر سیکنڈری لیول تک ملک و وطن کی پہچان، قوم و ملت کا عرفان ایک بالکل ضمنی و ذیلی مقصد ہو۔ آزاد روی، غلامانہ ذہنیت، گلی سڑی تہذیب فرنگی سے وابستگی، انسانی حقوق کے نام پر درندگی اور بہیمیت، مبادیاتِ دین تک نارسائی، اخلاق و کردار، تمدن و معاشرت سے ناآشنائی گویا مروجہ نظامِ تعلیم کے سنگ ہائے میل قرار پائیں۔ اور تان یہاں ٹوٹی کہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ لاہور کی جانب سے نصابی کتب میں حالیہ تبدیلیوں کو عصرِ حاضر سے ہم آہنگ قرار دے ڈالا۔

موہوم دانشور کی خدمت میں اس ضمن میں چند حقائق پیش خدمت ہیں۔

ا)۔ نصابی کتب میں حالیہ تبدیلیاں پنجاب ٹیکسٹ بورڈ لاہور کی کاوش و کوشش پر مبنی نہیں بلکہ اصل مسودات و عنوانات کہیں اور تشکیل پائے، طبع ہوئے اور بورڈ کے نام پر نافذ قرار دیئے گئے ہیں۔

ب)۔ مسلمان بچوں کے قلوب و اذہان سے روحِ محمد ﷺ نکالنے کا پروگرام متعدد NGO's کے سپرد ہوا۔ جن کے سرپرست مائیکل باربر، ظالم ریمنڈ جیسے مشیر ہیں۔ معدودے چند پونڈز اور ڈالرز کی ہوس و حرص میں اپنے قومی و ملکی شناخت گم کرنے کے ایجنڈا پر تیز گام سفر جاری ہے۔ اہم سنگ ہائے میل یہ ہیں:

(i) عربی زبان کی تعلیم سے چونکہ قرآن و حدیث، فقہ کی تعلیم آسان ہوتی تھی، لہٰذا نصاب بدر کر دی گئی۔

(ii) فارسی کلیاتِ اقبالؒ کی تفہیم و تعلیم میں ممد و معاون تھی......لہٰذا حقارت سے نکال باہر کی گئی۔

(iii) اردو اس قوم کی رابطہ کی زبان، تعلیم و تدریس کا ذریعہ اور ملک کے تمام تر علاقوں، خطوں اور صوبوں میں ہم آہنگی و یکسوئی پیدا کرنے کا سبب ہے۔ اس سے لاتعلقی پیدا کرنے کے پروگرام کی تکمیل بسرعت کی جارہی ہے۔ فیصلہ کیا گیا ہے کہ 2013ء میں تمام سرکاری سکول ابتدائی کلاسوں میں ہی انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنائیں گے۔ یہ حکم نامہ جاری ہو چکا ہے۔

(iv) بدیشی زبان......انگریزی......کو جبراً نافذ کیا جارہا ہے پہلی جماعت سے، جب کہ ان کے آقا اپنے استبدادی دور میں بھی اسے نافذ نہ کر سکے تھے۔

(v) نصابات کی قومی سطح پر تشکیل و ترویج کی بجائے صوبائی و علاقائی معاملہ بنا دیا گیا ہے۔ جہاں ہر صوبہ کا اپنا نصاب تعلیم ہر چند کہیں کہ ہے......نہیں ہے......کا مصداق ہے۔ ہر سکول کا اپنا اپنا نصابِ تعلیم ہے۔ ہر علاقے/صوبے کی حکمران جماعتوں نے ملی و

قومی تقاضوں، مطالبات اور قومی و ملی مشاہیر کو شاملِ نصاب کرنے کی بجائے اپنی سیاسی ضرورتوں، ناکردہ ترقیات، ناموجود کارناموں اور مزعوم ہیروز کی داستانوں کی تدریس کی کاوشیں شروع کر لی ہیں۔ قائدؒ، اقبالؒ کو دیباچہ بنا دیا گیا ہے۔ جی ایم سید، بھگت سنگھ، باچا خان کو شاملِ نصاب کرنے کی فکر ہے۔

(vi) معاشرتی علوم جماعت پنجم، ششم، ہفتم، اردو جماعت پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم، نہم و دہم، ہر سطح کی اسلامیات میں محض چند آیاتِ قرآنیہ، احادیث کے بارے میں ابہام و تشکیک پیدا کرنے کی کاوش، مردِ مومن کے اخلاق و کردار، صحابہؓ و صحابیاتؓ کے تذکرے، دنیائے اسلام کی مسلمہ شخصیات، ہیروز، متکلمین، فلاسفرز، سائنس دان، ماہرین طب و حیاتیات وغیرہ سے نصاب کو تہی دامن کر کے عصرِ حاضر سے یوں ہم آہنگ کیا گیا ہے کہ ہندومت، بدھ مت، جین مت، ڈینگی، سائیکل، بطخوں کا بٹوارہ، سارس اور لومڑی، ملکہ کوہسار وغیرہ کو شامل نصاب کر دیا گیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بصد ادب جناب حسن جعفر سے دریافت طلب ہوں کہ کیا روشن خیالی آئین نو، سیکولر سوچ، ترقی پسندی، ہوجا ازم اسی کا نام ہے کہ اپنے مستقبل اور آئندہ نسل کو کٹی پتنگ بنا دیا جائے، اسے طالع آزماؤں کے سپرد کر دیا جائے اس کے جسم و جان اور عفت و آن کو بیچ کھایا جائے۔ اس کے خون پسینہ سے غیر ملکی محبوب آقاؤں، ان کے یہاں مقتدر گماشتوں اور کاسہ لیسوں کی تجوریوں کو متواتر بھرنے کا مذموم منصوبہ روبہ عمل رکھا جائے اور بالآخر یار دیگر آپ ایسے کوئی دانشور اپنی پٹاری سے ایک کالم بعنوان Pakistani Muslim still in search of his Identification طبع کرا کے چٹخارہ لے اور اپنے حصے کا کام کر کے اجر و انعام کی وصولی کی منزل سر کر لے۔

کچھ تو سوچئے خدا کے لئے
آخر اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے

تقاضائے عصر

یہ ایک بین حقیقت، محکم دلیل اور روشن روایت ہے کہ امت مسلمہ/ امتِ محمدیہ ﷺ کو اپنے رسول ﷺ کی مناسبت سے آخری امت قرار دیا گیا ہے۔ تکمیل رسالت کی اہم ترین مگر بھاری بھرکم ذمہ داری اس کے شانوں پر ہے جو ادا ہوگی اس وقت جب کہ ہر حاضر و موجود اور ہر بنی آدم تک اسلام بطور دین کم از کم اپنے نظریہ کی شکل میں پہنچ جائے۔ اس فرض کی کماحقہٗ انجام دہی کی بابت مسئولیت کا مرحلہ بھی درپیش ہے۔ اندریں حالات نصاب و نظامِ تعلیم و تربیت لازماً ایسا ہونا چاہیے جو کہ

1۔ وحدتِ علمی کا شاہکار ہو، دینی و دنیوی تعلیم کی تقسیمات پر مبنی نہ ہو۔ ہر مسلمان جہاں ایک اچھا، ہنرمند، ماہر سائنس دان، معیشت دان، قاضی، وکیل، ڈاکٹر، ریاضی دان، انجینئر، استاد، معلم، مربی ہو وہاں قرآن کا مطلوب مردِ مومن، اپنے رسول ﷺ کی سنت کا رسیا اور نمائندہ ہو۔ پھر یہ کہ عالی ظرف وسیع المشرب اور صاحب ادراک ہو، جس میں دینی و عصری علوم کی جھلک نمایاں طور پر دکھائی دے۔ گویا اس نوع کا "ہوجا" مطلوب ہے۔ (یاد رہے کہ ترکی زبان میں "ہوجا" مولوی/عالم کو کہتے ہیں۔)

2۔ دینی، قومی اور علاقائی زبان و ثقافت پر نہ صرف عبور رکھتا ہو بلکہ ان کا محب اور عامل بھی ہو۔

3۔ اپنی ثقافت و تمدن، اپنی تہذیب مصطفوی، اپنی تاریخ و روایات کا نہ صرف امین ہو بلکہ ان کا مقامی اور عالمی ہر سطح پر نمائندہ بھی ہو۔

4۔ تحقیق و تخلیق اور تدقیق و تدریس کے تمام افق وسائل کائنات کی طرح یوں آزاد ہوں کہ ہر ماہر فن کو بغیر کسی امتیاز و ترجیح کے موقع میسر ہوں، اور ان پابندیوں کے خاتمہ کی کاوش کی جائے جو اہل یورپ و امریکہ (بظاہر روشن خیالوں) نے مسلمان محققین پر لگا رکھی ہیں۔

5۔ عالمگیر ریاست کی تشکیل یا بربنائے خلافت اسلامیہ ہمارے دین کا تقاضا اور اس کے نظام امن و عدل کے اظہار و تغلب کو روبہ عمل لانے کا ذریعہ ہے۔ نصاب و نظامِ تعلیم لازمی طور پر آئندہ نسلوں کو اس طرح تیار کرے کہ یہ مقصد حاصل ہو سکے۔ اگر اسرائیل عالمگیر یہودی ریاست کے قیام کے لئے اپنی موجود و موعود نسلوں کو تیار کر رہا ہے۔ تو عالم اسلام کو کیا رکاوٹیں درپیش ہیں۔

لہٰذا پورے ملک میں ایک نظامِ تعلیم، ایک جامع ترین نصاب تعلیم بربنائے یک زبان و یک ثقافت رائج کیا جائے۔ اغیار کے ایما پر پرائیویٹ سطح پر اختیار کردہ نظامِ تعلیم کا تدریجاً خاتمہ کیا جائے اور روزگار، معیشت، قانون وغیرہ کے بارے میں قومی پالیسی کی طرح تعلیم کو ریاستی اور حکومتی ذمہ داری قرار دیا جائے۔ جیسا کہ انڈونیشا، ملائیشیا، مراکش، کینڈا ایسے ممالک میں رائج ہے۔

یاد رہے طویل غور و فکر اور تھنک ٹینکس کی رپورٹس کے بعد اہل مغرب و امریکہ نے گزشتہ صدی کی آخری دہائی میں قومی نصاب و نظامِ تعلیم پر حملہ آور ہونے کی پالیسی تیار کر لی تھی جس پر عمل درآمد جنرل (ر) پرویز مشرف کے عہد نامسعود کے آغاز کے ساتھ ہی کر دیا گیا۔ زبیدہ جلال کو اس مذموم مشن کا سربراہ بنایا گیا۔ اس مشن کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔ سماجی خدمات، صحت بالخصوص تعلیم کو سرکاری سرپرستی سے نکال کر نجی ہاتھوں میں دے دیا جائے۔

2۔ تعلیم کو بزنس بنا دیا جائے اور اسے تدریجاً غریب اور لوئر مڈل کلاس کی رسائی سے دور کر دیا جائے۔

3۔ جہلا کو ڈگریاں تھما کر قوم کو بے توقیر کر دیا جائے۔

4۔ بنیادی سائنسی مضامین کی تعلیم و تدریس اور تحقیق و تخلیق سے توجہ ہٹا کر نسبتاً کم اہم شعبوں کی طرف رُخ موڑ دیا جائے۔

5۔ قومی وحدت اور ملی یکجہتی کے حامل نصاب، ذریعہ اور نظام تعلیم کو پارہ پارہ کر دیا جائے اور انہیں صوبائی اور علاقائی مقاصد کے گرداب میں الجھا دیا جائے۔

6۔ نصابی کتابوں کے مسودات و مشتملات، تصنیف و تالیف، طباعت و تقسیم نیز معلمین کی تربیت و تقرر مادر پدر آزاد NGO's کے سپرد کر دی جائے جو بیرونی آقاؤں کے اشارات و ہدایات اور کثیر مالی وسائل و ذرائع کے خرچ سے اس مملکت خداداد کی جڑوں پر تیشہ چلا سکیں۔

7۔ 'قائد' اور 'اقبال' محض دن منانے، چھٹی کرنے، ایڈیشن چھاپنے اور برسیاں منانے کے لئے مختص رہیں۔ ان کے کام و کلام سے قوم کو کوئی سروکار نہ رہے۔

8۔ اس دیس کی مٹی جو سونا اگلے اُسے A Level, O Level، آکسفورڈ اور کیمبرج پروگراموں کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ یاد رہے کہ بھارت نے حصول آزادی کے بعد کئی انقلابی اقدامات کیے جن میں جاگیرداریوں کا خاتمہ اور A Level, O Level نظامِ تعلیم پر پابندی شامل ہے۔

2002ء اور 2007ء میں روشن خیالی، آزاد روی، مذہب بیزاری، نسوانیت پرستی، قومی بے حسی و بے توقیری کی صفات 'جلال' سے مرتبہ نصاب و نظامِ تعلیم اپنے مقاصد کمال تک بسرعتِ تمام پہنچنے کو ہے۔ 16 مارچ 2013ء کو ختم ہونے والے وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے بڑھ چڑھ کر اس کی آبیاری اور سرپرستی کی جو کہ ہنوز جاری و ساری ہے۔ زمانہ تو چال قیامت کی چل چکا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ راہ گم گشتہ قوم کب بیداری کی کروٹ لیتی ہے۔

☆☆☆

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

نذیر احمد غازی
سابق جسٹس لاہور ہائی کورٹ

منافقت کی جڑ، دہشت گردی کا مرکز اور انسانیت کُشی کا سب سے بڑا فورم امریکہ ہے، جس کی پالیسیاں ہر لحہ کائنات کی شریر قوتوں کے سہارے دنیا میں خفیہ اور علانیہ فساد کی آگ بھڑکاتی اور دہشت گردی کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ ان پالیسیوں کو بین الاقوامی اور مختلف براعظموں کی مقامی وسیاسی قوتوں کی مکمل تائید حاصل ہوتی ہے۔ امریکی ریاستی دہشت گردی کا ایک بڑا واضح ہدف اسلامی دنیا کے وہ ممالک اور حکومتیں ہوتی ہیں جہاں پر انسانی زندگی کے لیے فطری، جغرافیائی اور حیاتیاتی وسائل میسر ہوتے ہیں اور حکومتیں اپنے عوام کی خوشحالی کے لئے ہر ممکن طریقہ سے مصروف خدمت ہوتی ہیں، اور وہاں اسلام کے حوالہ سے جذبات میں شدت پائی جاتی ہے۔ (اسلامی ممالک میں باوجود ہزار معاشرتی خرابیوں کے ایک حقیقت بہت ہی واضح ہے کہ وہاں پر عامۃ الناس کی نجی زندگی میں قناعت اور نتیجتاً سکون بہر حال مغربی ممالک کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتا ہے۔) امریکا اور مغربی ممالک پر شیطانی نحوست کا جو سایہ مسلسل طاری رہتا ہے وہ ان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ مشرق اور عالم اسلام کو نوچ کھائیں اور ان کے وسائل پر قبضہ کرلیں۔ گزشتہ کئی صدیوں سے صلیبیوں کی شیطانی ہوس کا یہ عملی ڈراما جاری ہے، لیکن مسلمان پوری طرح ان کے قابو میں نہیں آ رہے۔

اسلام دشمنی پر مبنی سازشوں کا تانا بننے کے لیے ان کی عقل، دل، اعضا و جوارح ہمیشہ متحرک رہتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں کے خون میں ہی اسلام دشمنی کا زہر شامل کرتے ہیں، اور انسانوں سے انسانوں کو لڑوانے کی ایک ترکیب منظم انداز سے جاری رکھتے ہیں۔ بھیڑیے اور بھیڑ کے بچے کی حکایت ان کے ڈرامے کا بنیادی خیال ہوتا ہے۔ امریکہ نے سازش کے جو نت نئے انداز ایجاد کیے ہیں اُس پر کہا جا سکتا ہے کہ خود شیطان اپنے آپ کو امریکہ کا مرید کہنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ امریکہ شر و فساد کا استعارہ ہے۔ جس دن سے اس نے نیو ورلڈ آرڈر کا اعلان کیا ہے، تب سے وہ اپنی تمام تر ذلتوں اور شکستوں کو بھول کر فرعونی فکر کے ساتھ عالم اسلام پر یلغار کیے ہوئے ہے۔ وہ از خود شرارت و فساد کے مواقع تراشتا ہے اور پھر ان مواقع کو اسباب بنا کر مسلمانوں کو اپنی شیطنت کا نشانہ بناتا ہے۔ وہ جیب میں چرس کی ڈبی رکھے ہوئے ہر وقت شکار کی تلاش میں رہتا ہے۔ کہ کب کوئی کمزور اُسے ملے تو چرس کی ڈبی اس کی جیب میں ڈال کر اسے رنگے ہاتھوں پکڑنے کا ڈراما رچائے اور مجرم قرار دے کر نشان عبرت بنا دے۔ یہ امریکہ کا ایک مشغلہ ہے جسے وہ حکمت عملی سے جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ اُس کا جنون ہے۔ اِس کے لئے اسے خواہ اقوام کو برباد کرنا پڑے یا پھر حکومتوں کا تختہ اُلٹنا اور طویل جنگوں کا انسانیت کش سلسلہ شروع کرنا پڑے، وہ ہر اقدام کر گزرتا ہے۔

امریکی سازشوں کے پس پردہ اصل قوت اور منصوبہ بندی عیار و مکار یہودیوں کی ہوتی ہے۔ نائن الیون کا ڈراما اس کی سب سے بڑی مثال ہے۔ اس مکروہ ڈرامے کو نہایت ہی مکارانہ انداز سے مسلم کشی کے جواز کے لئے ایک حقیقت بنا کر پیش کیا جاتا رہا۔ جبکہ اس کی اصل حقیقت سے پردہ خود امریکہ کے صداقت پسند اور غیر جانبدار دانشور اٹھاتے رہتے ہیں۔ ابھی چند روز پہلے امریکہ کے ایک سابق صدارتی امیدوار رون ہال نے ایک مؤقر امریکی جریدے کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ انکشاف کیا کہ نائن الیون کے واقعات اور تخریب کاری اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد کی کارروائی تھی، کیونکہ بہت سے مسلمہ شواہد ایسے موجود ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ موساد نے اس سازش اور مکر و فریب میں اہم ترین کردار ادا کیا ہے۔ یہ انکشاف ایک اعتراف کا درجہ رکھتا ہے اور یقیناً امریکہ کی خفیہ تنظیمیں اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہوں گی اور امریکہ کے اعلیٰ حکومتی عہدیدار بھی اِس سے بے خبر نہ ہوں گے۔ تاہم ایسی حقائق پر مبنی یقینی خبریں امریکہ کی انسانیت کشی اور اسلام دشمنی کی مہم کو کسی طرح بھی متاثر نہیں کر سکتیں۔ نائن الیون کا ڈراما ان کے نزدیک ایک سیاسی حربہ ہو سکتا ہے' لیکن اسلامی دنیا کے لیے تو وہ شر و فساد کا نقطہ آغاز ہے، جس کی وجہ سے آج پوری مسلم دنیا ذلت سے دوچار ہے۔ اسی ڈرامے کو جواز بنا کر افغانستان پر یلغار کا آغاز کیا گیا اور اُسے مقتل بنا دیا گیا۔ اپنی ہوس اقتدار کی تسکین اور نیو ورلڈ آرڈر کے منصوبے کو آگے بڑھانے کے لیے امریکہ نے پاکستان کو بھی مشق ستم بنایا ہوا ہے۔ امریکی خفیہ ایجنسیوں کی کارروائیاں اور ڈرون حملے اسی کا حصہ ہیں۔ بدبخت شیطان صفت امریکی درندے ہمارے غیرت سے عاری حکمرانوں کو یوں دبوچتے ہیں گویا بلی نے چوہیا پکڑ لی ہے اور اب وہ کسی محفوظ جگہ بیٹھ کر اپنی بھوک کو مٹائے گی۔ یہ حکمران اس حقیقت کو نہیں جانتے کہ امریکہ اپنے دشمنوں کو باری باری ہدف بناتا ہے۔ آج اگر ایک ملک کی باری ہے تو کل دوسرے کی باری آنے والی ہے۔ ہمارے ان حکمرانوں کی آنکھوں پر مفادات کی پٹیاں بندھی ہیں۔ یہ حکمران غلام ابن غلام ہیں۔

عراق میں بھی امریکہ نے اسی طرز کی مکاری اور دجل کو اختیار کیا تھا۔ امریکہ شیطان بزرگ کو اسلامی دنیا کے بادشاہوں نے اپنا دستگیر معصوم تسلیم کر لیا ہے۔ اس لیے وہ اس کی کسی حرکت پر بھی ماتھے پر شکن نہیں آنے دیتے۔ پھر یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان بھائی بھیڑیے کے پنجے میں آ جائے تو خاموش رہنا امن و سلامتی کی ضمانت ہوتا ہے۔ ایران' عراق' کویت اور سعودی عرب سے الٹا سیدھا خراج اور کرایہ لے کر امریکہ کا باؤلا پن اور بڑھ گیا۔ ایک دن اچانک عراق کو گھورنے لگا اور مردہ فروشوں کی انجمن اقوام متحدہ سے قتل کا اجازت نامہ لے کر الزامات کی ایک فہرست تیار کی اور کہا کہ عراق میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے انسانیت کُش ہتھیار (WMD) موجود ہیں اور پھر باؤلے فوجیوں کو عراق پر چڑھا دیا۔ مسلم حکمران اپنے گریبان میں منہ ڈالے بڑبڑاتے اور اپنے بھائیوں کو ذلت کی چکی میں پستا ہوا دیکھتے رہے۔ آخر کو عراق مقہور و مجبور ہوا اور باؤلے امریکی فوجیوں نے مسلمان خواتین کی حرمت کو پامال کیا، عصمت دری کا بازار گرم کیا۔ خون کے

دریا بہادیئے۔ فتویٰ فروش لابی نے امریکہ زندہ باد کا راستہ بھی ایجاد کرلیا۔ امریکہ پاکستانی حکمرانوں کے کان بھی مروڑتا رہتا ہے۔ اقتدار کے نشے کے شوقین سیاست دان دربار ابلیسیت میں پذیرائی کے لئے اپنے آپ کو امریکی سانچے میں ڈھال لیتے ہیں۔ لیلائے اقتدار کے یہ اسیر پھر دین و وطن کی محبت کو غیروں کے پاؤں پر نچھاور کر کے دفائے دشمنان کا نغمہ الاپتے ہیں۔

دین و وطن کو بیچ کر لیلیٰ تجھے راضی کروں
آستانِ غیر سے ایمان کا سودا کروں

یہ طوفانِ خرابی تو گھر ہی سے اُٹھا ہے، ورنہ صلیبی وفرنگی ہمیں کبھی نیچا نہیں دکھا سکتے تھے۔ وہ لوگ تو اپنے بچوں کو ہمارے مجاہدوں کا نام سنا سنا کر ڈرایا کرتے تھے۔ اُن کی نصابی کتابوں میں مجاہدین شیر صفت کا تذکرہ اس لیے کیا جاتا کہ بچے محتاط رہیں، ڈرتے رہیں۔ ایک مشہور یورپی مصنف Gui Eaton اپنی کتاب ''اسلام اور تقدیر انسانی'' میں مغرب کی نصاب کتب کا ایک اہم رویہ نقل کرتا ہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ Johan Buchon نامی مصنف نے بچوں کے لیے ایک کتاب ''Green Mantle'' نامی تحریر کی تھی، جو 1916ء سے لے کر 1936ء تک ابتدائی سکولوں میں داخل نصاب رہی ہے۔ اس کتاب کے مندرجات میں اسلام کو ایک ایسا مذہب بتایا گیا ہے جو انسانی تہذیب وتمدن کو برباد کرنے کا ذریعہ ہے، جس میں تشدد ہے، اس مذہب میں انسانوں پر ظلم کرنے کا سبق دیا جاتا ہے۔ مائیں اس کتاب کو رات کو مسکراتے ہوئے اپنے بچوں کو سناتی ہیں کہ سبز عمامے والے مجاہدین آکر نعرۂ تکبیر لگاتے ہوئے ان کے ملکوں پر حملہ آور ہو جائیں گے اور انہیں تہہ وتیغ کر دیں گے، پھر ان کے وطن پر قبضہ جما لیں گے، اور مسلمان تو بہت خونخوار ہوتے ہیں۔ گویا فرنگی بچہ شروع ہی سے نفرت کا پیکر بن جاتا ہے، اور مسلمانوں کو وحشی سمجھنا اس کا پیدائشی نظریہ قرار پاتا ہے۔ یہ تو دشمنوں کی چالیں اور منصوبے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی کیا تربیت کرتے ہیں؟ ہم ان کو عزت و ذلت کے کس معیار سے آشنا کرتے ہیں۔ دشمنوں کی سازشوں کے مقابل ہم کیا منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ افسوس کہ ہم نے غفلت کی دبیز چادر اوڑھ رکھی ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ اندھے بھی ہیں اور سو بھی رہے ہیں۔ اسی لئے ذلت ورسوائی اور کمزوری و بے بسی ہمارا مقدر بنی ہوئی ہے۔ بقول اقبال

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

دین و دانش

حسن اخلاق

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اسلام کامل اور جامع دین ہے۔ اچھے عادات و اطوار انسانی خوبیاں ہیں۔ اسلام تمام اچھائیوں کی تعلیم دیتا ہے اور برائیوں سے گریز سکھاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ انسان کامل تھے۔ آپؐ کے کردار وعمل میں تمام اخلاقی خوبیاں موجود تھیں۔ امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ (روایت) پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ اخلاق کی خوبیوں کو پورا کروں۔'' (موطا)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف انبیاء اسی لیے بھیجے تاکہ وہ اُن کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کریں، انہیں اچھے کاموں کی ترغیب دیں اور برائیوں سے روکیں۔ اسی کا نام تزکیہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی میں لوگوں کا تزکیہ کرنا بھی تھا۔ آپؐ مزکی تھے۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو حسن اخلاق کے ساتھ مزین کیا۔ حق تو یہ ہے کہ اسلام انسان کو صحیح معنوں میں انسان بناتا ہے۔ اُس کے کردار وعمل سے وحشیانہ پن' خود غرضی اور لالچ جیسی بُری عادات کو دور کرتا ہے۔ اسلام کسی طور پر ظلم وجور کی اجازت نہیں دیتا۔ سزا اور قصاص کے معاملے میں بھی انصاف کو مدنظر رکھا جانا، دشمن کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ حکم ہے کہ اگر کسی ضدی اور ہٹ دھرم کے ساتھ واسطہ پڑ جائے تو بُرے کلمات کے جواب میں غیر مہذب اور ناشائستہ الفاظ منہ سے نہ نکالے جائیں بلکہ جوابی طور پر بھی اچھے انداز میں بات کی جائے' ایسا کرنا جہاں اخلاقی تقاضا پورا کرتا ہے' وہاں یہ انداز مخاطب کی ہدایت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾﴾ (حٰم السجدۃ)

''(اے نبی) نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں، تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی، وہ جگری دوست بن گیا ہے۔''

اگر اسلامی اخلاق اپنائے جائیں تو ایسا مثالی معاشرہ تشکیل پاتا ہے' جہاں ظلم وزیادتی کی جگہ امن و سکون اور خوش حالی کا دور دورہ ہو۔ ایسے معاشرے میں اگر شیطان کے بہکاوے میں آکر یا نفسانی شرارت کے باعث کسی فرد سے جرم کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اُسے ایسی عبرت ناک سزا دی جاتی ہے کہ معاشرے کے دوسرے افراد کسی جرم کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اخلاقی تعلیم کی اہمیت بتاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان اس کا ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو۔'' (ابوداؤد) گویا اسلامی معاشرے کا فرد ہونا اور مسلمانوں والا نام رکھ لینا کافی نہیں' بلکہ مسلمان کے لیے لازم ہے کہ اچھے اخلاق کا مالک ہو۔ پھر اچھا اخلاق صرف نرم اور ملائم گفتگو تک محدود نہیں بلکہ یہ کردار وعمل کی ہمہ گیر اصلاح کا متقاضی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں لوگوں کو کوئی خوف و خطر نہ ہو۔'' (ترمذی۔ نسائی) چونکہ اکثر گناہ زبان اور ہاتھ سے ہی سرزد ہوتے ہیں اس لیے یہاں زبان اور ہاتھ کا ذکر ہے ورنہ حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ ہر طرح کی ایذا رسانی اسلام کے منافی ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائیوں کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ اس حدیث میں مسلمان اس کو کہا گیا ہے جس سے دوسرے مسلمان امن میں ہوں۔ لیکن

مسلمانوں کو تو جانوروں کے ساتھ بھی ظلم وزیادتی سے منع کیا گیا ہے۔ کسی جاندار کتے اور بلی کو بھی ستانے کی اجازت نہیں' بلکہ اس کو بہت بڑا گناہ تصور کیا گیا ہے۔ ایک عورت اسی گناہ کی بدولت جہنم رسید ہوئی کہ اُس نے ایک بلی کو بھوکا پیاسا رکھ کر مار دیا' اس کے برعکس ایک گناہ گار اس نیکی کے طفیل بخشا گیا کہ اُس نے ایک جاں بلب پیاسے کتے کو پانی پلا کر اس کی جان بچائی۔

حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''(قیامت کے دن) ترازو میں جو چیزیں رکھی جائیں گی ان میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی اور اچھے اخلاق والا اپنے حسن اخلاق کے باعث روزہ دار اور نمازی کے درجے کو پا لیتا ہے۔'' (ترمذی) نماز روزے کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ اللہ جس سے چاہے گا اپنے حقوق کا حساب لے گا اور جس سے چاہے گا درگزر فرمائے گا۔ اخلاق کا تمام تر تعلق حقوق العباد سے ہے۔ جس نے اللہ کے بندوں اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ پیار و محبت کا رویہ اختیار کیا اور دوسروں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا رہا، دوسروں کو نفع پہنچانے کی خاطر اپنا نقصان برداشت کر لیا، ایثار و قربانی کا جذبہ اپنایا تو ایسے اچھے اخلاق والے انسان سے اللہ خوش ہو جاتا ہے۔ اور جس سے اللہ خوش ہو گیا اُسے جنت میں داخل کر دے گا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے افضل ایمان کے متعلق پوچھا' یعنی ایمان کا اعلیٰ اور افضل درجہ کیا ہے؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''بس اللہ ہی کے لیے کسی سے تمہاری محبت ہو اور اللہ ہی کے واسطے بغض وعداوت ہو اور دوسرے یہ کہ اپنی زبان کو تم اللہ کی یاد میں لگائے رکھو۔'' حضرت معاذؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اور کیا؟ آپؐ نے فرمایا: ''اور یہ کہ دوسرے لوگوں کے لیے بھی وہی چاہو اور وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ اور ان کے لیے بھی ان چیزوں کو ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔'' (مسند احمد)

اللہ کے لیے محبت یہ کہ جو خدا پرست' نیک اور متقی ہو اُس کے ساتھ تمہاری الفت ہو، وہ تمہیں اچھا لگے اور جو اللہ کا نافرمان' برائیوں کا ارتکاب کرنے والا اور موذی ہو اس سے تمہیں نفرت ہو۔ اس نفرت میں بھی اللہ کی خوشنودی ہے۔ دوسری بات جو آپؐ نے ایمان کے اعلیٰ درجے کے ضمن میں بیان فرمائی وہ یہ کہ زبان کو اللہ کے ذکر کے ساتھ تر رکھو۔ قرآن میں ہے: ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ﴾ اللہ کا ذکر سب سے اعلیٰ وظیفہ ہے۔ تیسری بات آپؐ نے یہ فرمائی کہ جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے کرو۔ یہ بڑی جامع اخلاقی تعلیم ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنا نقصان چاہتا ہو۔ پس اخلاق کی بلندی یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے لیے خیر خواہی کے بھرپور جذبات ہوں۔ ہر انسان پسند کرتا ہے کہ اُسے کوئی دوسرا شخص دکھ نہ دے' تنگ نہ کرے۔ پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اخلاقی بلندی کا مرتبہ حاصل کرنے کے لیے دوسروں سے ہمدردی اور خیر خواہی کرے' کسی کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنے۔ ہر شخص چاہتا کہ اگر اُسے کوئی مشکل پیش آئے۔ پریشانی ہو یا کوئی مصیبت آجائے تو دوسرے اس کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے اُس کی مدد کریں۔ پس ہر مسلمان دوسروں کے لیے بھی یہی جذبات رکھے اور مشکل کی گھڑی میں دوسروں کے لیے مدد فراہم کرے اور اُسے حوصلہ دے۔ اسلامی تعلیمات میں اگر صرف ہمسائے کے حقوق کا باب پڑھ لیا جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ مسلمان پر اپنے ساتھیوں کے سلسلہ میں کتنی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔

چونکہ اسلام دین فطرت ہے، اس کی تمام تعلیمات اعتدال پر ہیں' اس لیے جن اچھے اخلاق کی تعلیم اسلام دیتا ہے ان کو اختیار کرنا فطرتِ سلیمہ کو ذرا بھی گراں نہیں گزرتا' بلکہ اُسے یہ اخلاق اپنا کر قلبی سکون ملتا ہے۔ اسلامی اخلاقی خوبیاں اختیار کرنا صرف اسی شخص پر بھاری ہیں جس نے کج روی اور کج فہمی کی وجہ سے اپنی طبیعت کو برائیوں پر آمادہ کر لیا ہو اور وہ شیطان کے چنگل میں پھنس کر نفس امارہ کا شکار بن گیا ہو۔

بقیہ: خطاب جمعہ

کھل کر سامنے آ گیا ہے جو رب کی ناشکری کی روش نہایت ڈھٹائی سے اپنائے ہوئے ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے۔ اللہ وہ ہستی ہے، جس کا اقتدار سب پر حاوی ہے، جس کا سب پر کنٹرول ہے۔ اس کا اختیار واقتدار لامحدود ہے۔ وہ الحکیم بھی ہے۔ اُس کا ہر کام انتہائی حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ جس طرح اس کا اختیار و اقتدار مطلق اور لامحدود ہے، اسی طرح اس کی حکمت کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا شکر گزار بندہ بنائے، اور ناشکری اور کفران نعمت کی روش سے بچائے۔ (آمین) [مرتب: محبوب الحق عاجز]

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم تعلیم وتربیت حافظ انجینئر نوید احمد کی والدہ وفات پا گئیں

☆ حلقہ لاہور کے ناظم دعوت شکیل احمد کی والدہ انتقال کر گئیں

☆ حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے رفیق تنظیم میر بہادر زمان انتقال کر گئے

☆ تنظیم اسلامی میرپور کے رفیق تنظیم ڈاکٹر بدیع الزمان غوری تقدیر الٰہی سے وفات پا گئے

☆ تنظیم اسلامی نیو کراچی کے رفیق جناب کاشف فرید کے والد محترم رحلت فرما گئے

☆ تنظیم اسلامی نیو کراچی کے رفیق عارفین صاحب کی والدہ محترمہ رحلت فرما گئیں

☆ حلقہ فیصل آباد کے سینئر رفیق محمد اصغر صدیقی کے والد محترم گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے

☆ تنظیم اسلامی گڑھی شاہو کے رفقاء حافظ محمد عاطف افضل، کاشف افضل، تنویر حسین علوی اور محمد شاہد کے نانا فوت ہو گئے۔

☆ تنظیم ہارون آباد کے رفیق جناب محمد احمد (ویلڈنگ والے) کی نومولود بیٹی وفات پا گئی۔

☆ تنظیم اسلامی نوشہرہ کے رفیق نصر اللہ کی پھوپھی بقضائے الٰہی وفات پا گئیں

☆ تنظیم اسلامی نوشہرہ کے رفیق حفیظ الرحمٰن کے سسر بقضائے الٰہی وفات پا گئے

☆ مولوی عزیز الرحمٰن خورشید، مولانا سعید الرحمٰن علوی مرحوم سابق ایڈیٹر خدام الدین، مولانا عبدالرحمٰن خطیب مسجد گلشن آباد راولپنڈی کی ہمشیرہ کا بقضائے الٰہی انتقال ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقاء واحباب سے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

☆☆☆☆☆

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی ڈیرہ اسماعیل خان کے بزرگ رفیق جناب محمد صادق بھٹی گزشتہ دنوں حادثے کا شکار ہو گئے۔ سر، بازو اور ٹانگوں پر چوٹیں آئیں۔

اللہ تعالیٰ اُن کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

قارئین ورفقائے تنظیم سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

سلطان شہاب الدین غوری

(قسط:II)

فرقان دانش

شہاب الدین کی خوبیاں

سلطان غوری کی بہت سی خوبیوں کے علاوہ اُس کے تین اوصاف خاص طور پر تعریف وتحسین کے لائق ہیں۔ وہ ہندوستان میں اسلامی حکومت کا بانی تھا،لیکن اُس کے باوجود یہاں کے باشندوں کے خلاف اُس کے دل میں عناد،نفرت یا تعصب کا کوئی جذبہ نہ تھا۔اُس نے بہت سی لڑائیوں میں ہندوراجاؤں کے ساتھ مل کر کام کیا۔پنجاب کی اکثر لڑائیوں میں جموں وکشمیر کا ہندوراجا اُس کے ساتھ تھا۔ ہندو مؤرخین لکھتے ہیں کہ ترائن کی دوسری لڑائی میں جب پرتھوی راج کو شکست فاش ہوئی تو قنوج کا طاقتور راجا جے چند سلطان غوری کے پہلو بہ پہلو صف آرا تھا۔ سلطان نے اپنی فتوحات کے بعد یہاں کے ہندو خاندانوں سے دوستی اور مروت کا سلوک کیا۔ پرتھوی راج کو شکست دینے کے بعد سلطان نے اجمیر کی حکومت اُس کے بیٹے کو سونپ دی۔ سلطان کی معتدل مزاجی، رواداری او رملکی رسوم و آئین کی پاسداری کی ایک یادگار اس کے بعض سکے ہیں، جن پر حروف اور عبارت ہندی زبان میں ہے، اور جن میں سے بعض سکوں پر سلطان غوری کے ساتھ پرتھوی راج کا نام بھی درج ہے۔

دوسری بڑی خوبی اسلام سے گہری وابستگی ہے۔ ”طبقات ناصری“ کے مصنف نے لکھا ہے: ”وہ پابند سنت سلطان تھا۔ دنیا میں اس کے عدل وانصاف کی جو شان تھی، وہ تحریر نہیں ہوسکتی۔ آنحضور ﷺ کی سنت اور خالص اسلامی طریق جنگ پر لڑائیوں کی تیاری اور لشکر کی ترتیب وصف آرائی اس سلطان پر ختم ہوگئی ہے۔ اُس کے زمانے میں ہندوؤں نے کثرت سے اسلام قبول کیا۔ پنجاب کے لاکھوں کھوکھر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بلوچستان کے پٹھان بھی اسی زمانے میں اسلام لائے۔“

سلطان پر بعض مؤرخین الزام عائد کرتے ہیں کہ اُس نے اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا۔ اس کا جواب پروفیسر محمد مجیب (جامعہ ملیہ، نئی دہلی) نے اپنی فاضلانہ اور تحقیقی تالیف: ”انڈین مسلمان“ (انگریزی) میں یوں دیا: ”ہندوستان ہو یا کوئی بھی ملک ہو، فاتحین کی توسیع پسندی کے انداز یکساں ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا پھیلاؤ بھی تین طریقوں سے ہوا۔ لشکر کشی، نقل مکانی اور تبدیلیٔ مذہب۔ لشکر کشی سے صرف مواقع پیدا ہوئے کہ نقل مکانی ہو، لوگ ہجرت کر کے آئیں اور مقامی باشندے آنے والوں کے بہتر طرز زیست کو دیکھ کر اپنا مذہب تبدیل کریں۔ وادیٔ سندھ میں محمد بن قاسم کی مہم جوئی ہو یا محمود غزنوی کے معروف سترہ حملے یا شہاب الدین غوری کے گیارہ حملے، جن کی بنیاد پر سلطنت دہلی وجود میں آئی، یہ سب سیاسی تاریخ کے اُمور ہیں۔ مسلمانوں کی فتح کا مطلب یہاں کے باشندوں پر فتح نہیں تھا، بلکہ دشمن افواج پر فتح تھا۔ سلطنت کی وسعت کا مطلب تھا تجارتی راستوں کا پھیلاؤ اور معاشی ترقی۔ اطاعت گزار حاکم کے علاقے میں ذرا بھی تبدیلی نہ ہوتی تھی۔ اگر کسی علاقے کا حاکم اطاعت قبول نہیں کرتا تھا تو ظاہر ہے اُس کی جگہ مسلمان حاکم آجاتا تھا یا ایسا ملکی راجا جو اگر مسلم دوست نہیں تو کم از کم مسلمان دشمن نہیں ہوتا تھا۔ گویا تبدیلی حکومت کی ہوتی تھی، علاقائی سرحدوں میں تبدیلی ہوتی تھی نہ لوگوں کے بود و باش میں۔“

سلطان شہاب الدین غوری کی تیسری بڑی خوبی اُس کی وفاداری تھی۔ ہندوستان میں اُس کی تمام فتوحات اُس زمانے میں ہوئیں جب افغانستان کے تخت پر اُس کا بڑا بھائی سلطنت غیاث الدین غوری متمکن تھا اور محمد غوری ایک طرح سے اُس کا نائب اور سپہ سالار تھا۔ اگر خود مختاری اور اقتدار کی ہوس یا لالچ ہوتی یا ضد اور غصہ طبیعت پر غالب آجاتا تو محمد غوری کے لیے اپنی بادشاہت کا علم بلند کرنا مشکل نہ تھا (اور سلطان محمود غزنوی کے جانشین اور بعد میں مغل شہزادے بھائی بھائی ہونے کے باوجود جس طرح آپس میں لڑے ہیں، اُسے دیکھ کر کسی کو اس فعل پر حیرت نہ ہوتی) لیکن محمد غوری کا روّیہ ایک وفادار جرنیل اور محبت بھرے بھائی کا رہا۔ اس نے ہمیشہ اپنے بڑے بھائی کے مرتبے کا خیال رکھا۔ تمام فوجی مہموں اور ملکی وانتظامی اُمور میں اُس کی خواہش کی پیروی کی۔ لڑائیوں میں جو مالِ غنیمت ہاتھ آتا، اُس میں سب سے قیمتی تحفے (مثلاً راجا قنوج کے ہاتھی) سلطان غیاث الدین کی نذر ہوتے۔ غیاث الدین کبھی ہندوستان نہیں آیا، لیکن اس کے چھوٹے بھائی نے اس ملک میں اس کا بھرم اِس شان سے رکھا ہوا تھا کہ قطب مینار دہلی پر سلاطین ہند کی جو فہرست کندہ کی گئی ہے، اُس میں سب سے پہلے اسی کا نام ہے۔ علاوہ ازیں جب غیاث الدین کی وفات ہوئی اور سلطان شہاب الدین غوری اس کا جانشین ہوا تو اس نے اپنے بڑے بھائی کے لواحقین اور قبیلہ داروں کا پورا پورا خیال رکھا۔ سلطنت کے وسیع خطے اُنھیں نیابت اور حکمرانی کے لیے دیے گئے۔ ان کا وہی ادب واحترام قائم رکھا جو سلطان غیاث الدین کی زندگی میں اُنھیں حاصل تھا۔

سلطان شہاب الدین غوری کے اولادِ نرینہ کوئی نہ تھی۔ فقط ایک لڑکی تھی۔ جب اُس کے خاص درباری اس بات پر تاسف اور ہمدردی کا اظہار کرتے تو وہ مسکرا دیتا اور کہتا کہ میرے اتنے غلام، جن کو میں نے بیٹوں کی طرح پالا ہے اور جن کی تعلیم وتربیت پر میں نے بے حد محنت کی ہے، وہ سب فرزندوں کی طرح میرا نام روشن کریں گے۔ اُس کے فرزندوں نے واقعی ایسی منفرد حکومت قائم کی جو ”خاندان غلاماں“ کے نام سے موسوم ہوئی۔ دنیا میں باپ کی وفات کے بعد بیٹا برسر اقتدار آتا ہے۔ یہاں غلام، اور غلام کے بعد دوسرا غلام

برسراقتدار آیا۔قطب الدین ایبک (دہلی، لاہور) تاج الدین یلدوز (غزنی)، ناصر الدین قباچہ (ملتان، اوچ) اور محمد بختیار خلجی (بنگال) اس کے خاص غلام تھے، جنہوں نے پورے ہندوستان کو حلقہ بگوش اسلام کر دیا۔شہاب الدین غوری کے زمانے کے علماء میں امام فخر الدین رازی (1149ء۔1209ء) کا نام بہت ممتاز ہے۔ ہرات میں اُن کے لیے ایک مدرسہ قائم کر دیا گیا تھا، جہاں وہ درس دیتے تھے۔امام رازی نے علم الکلام اور فقہ میں کئی اہم کتابیں لکھیں، لیکن اُن کی شہرت ''تفسیر کبیر'' کی وجہ سے ہے جو قرآن کی بہترین تفاسیر میں شمار کی جاتی ہے۔سلطان غیاث الدین کے عقائد کی اصلاح میں امام رازی کا بڑا ہاتھ ہے۔ان کی اصلاحی کوششوں کی وجہ سے باطنی اُن کے جانی دشمن ہوگئے تھے۔

ہندوستان میں شہاب الدین غوری کے ساتھ اسلحے کی طاقت ہی نہیں آئی، اسلام کی روحانی طاقت بھی خواجہ معین الدین چشتی کے پیکر میں ڈھل کر آئی۔ پرتھوی راج کا مقابلہ شہاب الدین ہی نے نہیں کیا، خواجہ اجمیر نے بھی کیا۔

وطن عزیز پاکستان میں غوری میزائل کا نام سلطان شہاب الدین غوری کی مناسبت سے ہی رکھا گیا۔

شہاب الدین کا مقبرہ

شہاب الدین غوری کے حالات کتابوں میں عام ملتے ہیں۔وہ ہندوستان میں اپنی فتوحات کے بغیر غزنی کو واپس جاتے ہوئے جب جہلم کے قریب دھمیک کے مقام پر پہنچا تو آرام کی غرض سے وہاں کچھ دیر کے لیے رُک گیا۔کھوکھروں کی قوم میں سے بیس افراد سلطان شہاب الدین سے بے حد نالاں تھے، کیونکہ اُس نے اُن کے رشتہ داروں کو قتل کیا تھا۔ان بیس کھوکھروں نے آپس میں مل کر شہاب الدین کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔جس دن سلطان دمیک کے مقام پر خیمہ زن ہوا، اس کے دوسرے روز 15 مارچ 1206ء کو اُسے شہید کر دیا گیا۔سلطان کے مدفن کا معاملہ بھی خاصا متنازعہ رہا ہے،لیکن اب انجمن شعرائے اہل بیت گوجر خان کے بانی سید حبیب شاہ بخاری اور پاکستان کے عظیم ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی کوششوں سے یہ معاملہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا ہے۔اب سلطان کی قبر شناخت ہوگئی ہے جو جہلم سے 31 میل کے فاصلے پر سوہاوہ سے تین میل شمال میں موضع دھمیک میں سلطان کے مقام شہادت پر واقع ہے۔اب اس قبر پر ایک مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے،جس کی بنیاد 15 مارچ 1989ء کو رکھی گئی تھی۔اس کی تکمیل سات سال بعد اپریل 1996ء میں ہوئی۔تعمیر و آرائش کا سہرا ڈاکٹر عبدالقدیر کے سر ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی خوش قسمتی ہے کہ اُن کو ایک نسبت ہندوستان میں اسلامی مملکت کے بانی مبانی شہاب الدین غوری سے بھی ہوگئی۔ ڈاکٹر صاحب نے مختلف اداروں کے تعاون سے تقریباً ایک کروڑ روپے کی لاگت سے 62 فٹ اونچا مقبرہ ڈھائی ایکڑ پھیلی ہوئی جگہ پر تعمیر کرایا ہے۔ یہاں ایک حویلی، ایک جامع مسجد، ریسٹ ہاؤس، ایک کنواں اور ایک کتب خانہ تعمیر کرانے کا منصوبہ ہے۔

☆☆☆

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I،II،III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ العزیز

''مسجد جامع القرآن گلشن سحر قاسم آباد حیدر آباد'' میں

2/ تا 8/ جون 2013ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

اور

7/ تا 9/ جون 2013ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 022-2106187/0333-2717617

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638
0332-4178275

تنظیم اسلامی حلقہ حیدرآباد کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

امیر حلقہ اور ناظم دعوت حلقہ کا دو روزہ دعوتی دورہ نواب شاہ

امیر حلقہ حیدرآباد شفیع محمد لاکھو حلقہ کے ناظم دعوت واجد علی شیخ اور تنظیم قاسم آباد کے نقیب غلام حسین خشک 23 مارچ 2013ء مرکز حلقہ سے بعد نماز فجر دو روزہ دعوتی دورے پر روانہ ہوئے۔ یہ دعوتی ٹیم سب سے پہلے سکرنڈ پہنچی، جہاں نقیب منفرد اسرہ نواب شاہ عبدالصمد شیخ ہمارے منتظر تھے۔ انہوں نے وہاں کی ایک مقامی مسجد میں کچھ احباب کے ساتھ امیر حلقہ کی ملاقات کرائی، جس کے بعد نوشہرو فیروز روانگی ہوئی۔ نوشہرہ فیروز میں ہم منفرد رفیق وسیم الحسن تیوٹو کے گھر گئے۔ انہوں نے محفل درس قرآن کا اہتمام کیا، جس میں تقریباً 20 احباب شریک ہوئے۔ امیر حلقہ نے شرک کے موضوع پر خطاب کیا۔ نوشہرو فیروز کے بعد لاکھا روڈ روانگی ہوئی۔ ظہر کی نماز ایک مقامی مسجد میں ادا کی، جہاں بعد نماز امیر حلقہ نے رجوع الی القرآن کے حوالہ سے درس قرآن دیا۔ عصر تا مغرب خان واھن کی ایک مسجد میں دعوتی اجتماع منعقد کیا گیا، جس میں تقریباً 60 احباب شریک ہوئے۔ رات کو بھریا سٹی میں امیر حلقہ کی رہائش گاہ پر قیام کیا۔ اگلے دن 24 مارچ 2013ء کو بعد نماز فجر دادو شہر کے لئے روانگی ہوئی، جہاں نقیب منفرد اسرہ دادو مٹھل لغاری ہمارے منتظر تھے۔ وہاں ایک ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ پر تقریباً 50 رفقاء واحباب کے اجتماع سے امیر حلقہ نے اپنے خطاب میں اقامت دین کی جدوجہد کے سلسلہ میں منظم ہو کر کام کرنے کی اہمیت بیان کی۔ دادو کے بعد مورو روانگی ہوئی، جہاں ایک مقامی ہوٹل میں منفرد رفیق احمد نواز ڈومکی نے تنظیم کے تعارف کے سلسلہ میں چند احباب کے ساتھ امیر حلقہ کی ملاقات کرائی۔ مورو کے بعد نواب شاہ پہنچے، ظہر کی نماز وہیں ادا کی۔ نواب شاہ میں نقیب منفرد اسرہ نواب شاہ عبدالصمد شیخ نے، ایک مقامی اسکول میں تقریباً 25 رفقاء واحباب کا اجتماع منعقد کیا، جس سے امیر حلقہ نے اقامت دین کے حوالہ سے خطاب کیا، اور اس سلسلہ میں ایک سیسہ پلائی جماعت کے طور پر منظم ہو کر جدوجہد کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ جس کے بعد واپس حیدرآباد روانگی ہوئی۔

امیر حلقہ اور حلقہ کے ناظم دعوت کا ایک روزہ دورہ ٹنڈو آدم

توسیع دعوت اور تعارف تنظیم کے سلسلہ میں امیر حلقہ شفیع محمد لاکھو نے حلقہ کے ناظم دعوت واجد علی شیخ کے ساتھ 6 اپریل 2013ء کو ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ کا دورہ کیا۔ امیر حلقہ اور حلقہ کے ناظم دعوت شام چار بجے، مرکز حلقہ حیدرآباد سے ٹنڈو آدم کے لئے روانہ ہوئے، اور عصر کے وقت ٹنڈو آدم پہنچے۔ جہاں نقیب منفرد اسرہ ٹنڈو آدم عبداللہ جان درس اور رفیق احمد رضا ہمارے منتظر تھے۔ ایک مقامی مسجد میں نماز عصر کی ادائیگی کے بعد رفیق تنظیم احمد رضا کے ادارے السعید پبلک اسکول پہنچے، جہاں نماز مغرب کے بعد امیر حلقہ نے ''اطاعت رسول ﷺ'' کے موضوع کو محور اور مرکز بناتے ہوئے اقامت دین کی فرضیت اور اہمیت پر بات کی، نیز اس سلسلہ میں کی جانے والی تنظیم اسلامی کی کوششوں اور جدوجہد کا ذکر کیا، اور شرکاء کو منظم طریقہ سے دین قائم کرنے کی کوشش کرنے کی ترغیب دی۔ درس میں کم وبیش 30 رفقاء واحباب شامل ہوئے۔ درس قرآن کے بعد مقامی مسجد میں نماز عشاء ادا کی گئی، جس کے بعد واپس حیدرآبار روانگی ہوئی۔

حلقہ کے ناظم تربیت کا دورہ دادو اور نواب شاہ اور فہم دین نشست کا انعقاد

7 اپریل 2013ء کو حلقہ کے ناظم تربیت محمد دین میو اور تنظیم اسلامی قاسم آباد کے نقیب غلام حسین خشک نے ضلع دادو اور ضلع نواب شاہ کا دعوتی وتعارفی دورہ کیا۔ وہ بعد نماز فجر روانہ ہو کر صبح دس بجے دادو پہنچے، جہاں نقیب منفرد اسرہ دادو مٹھل لغاری اور دیگر رفقاء کرام اُن کے منتظر تھے۔ ایک مقامی اسکول کے لیکچر ہال میں فہم دین نشست کا اہتمام کیا گیا، جس میں رفقاء کے علاوہ 16 احباب شریک ہوئے۔ حلقہ کے ناظمِ تربیت محمد دین میو نے سامعین پر دین ومذہب کا فرق واضح کیا، اور بتایا کہ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی ذات پر، اپنے معاشرے میں، غرض زندگی کے ہر انفرادی واجتماعی گوشے میں اللہ کا دین (نظام عدل) قائم کریں۔ اسی میں ہماری دنیا وآخرت کی فلاح مضمر ہے۔ اس مقصد کے لئے، انہوں نے اجتماعی طور پر منظم ہو کر نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد کرنے پر زور دیا۔ درس کے بعد محمد دین میو نے شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد ازاں نواب شاہ روانگی ہوئی۔

نواب شاہ پہنچ کر ایک مقامی مسجد میں نماز ظہر ادا کی گئی۔ نواب شاہ میں نقیب منفرد اسرہ نواب شاہ عبدالصمد شیخ ہمارے میزبان تھے۔ انہوں نے ایک مقامی اسکول میں احباب کے لئے فہم دین نشست کا اہتمام کیا۔ پروگرام میں رفقاء کے علاوہ 7 احباب شریک ہوئے، محمد دین میو نے اقامت دین کی جدوجہد کی اہمیت تفصیل سے بیان کی، اور احباب کو تنظیم اسلامی میں شمولیت کی دعوت دی۔ شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی، جس کے بعد واپس حیدرآباد کے لئے روانگی ہوئی۔

حلقہ کی سطح پر سہ ماہی تربیتی اجتماع کا انعقاد:

20 اپریل 2013ء کو، حلقہ کے زیر انتظام مقامی تناظیم قاسم آباد، لطیف آباد اور سٹی حیدرآباد کا ایک مشترکہ سہ ماہی تربیتی اجتماع، مرکز حلقہ، مسجد جامع القرآن، گلشن سحر قاسم آباد میں منعقد کیا گیا، جس میں منفرد اسرہ جات اور منفرد رفقاء کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ تقریباً 70 رفقاء شریک ہوئے۔ یہ پروگرام بعد نماز عصر شروع ہوا۔ سب سے پہلے حلقہ کے ناظم تربیت محمد دین میو نے مطالعہ قرآن کرایا۔ انہوں نے سورۃ الحج کی آخری دو آیات پر گفتگو کی۔ اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی قاسم آباد نذیر احمد قریشی نے مطالعہ حدیث کرایا، اور غزوۂ تبوک کے واقعہ کو بیان کیا۔ دُروس قرآن وحدیث کے بعد امیر حلقہ شفیع محمد لاکھو نے ''التزام جماعت اور بیعت'' کے موضوع پر مذاکرہ کرایا، جس میں شرکاء نے گہری دلچسپی لی، اور فرداً فرداً جماعت اور بیعت کی اہمیت کو حالات حاضرہ کے حوالہ سے اجاگر کیا۔ مذاکرہ نماز مغرب تک جاری رہا۔ مغرب سے عشاء کے دوران میں حلقہ اور تناظیم کی سہ ماہی تنظیمی ودعوتی سرگرمیوں کا جائزہ متعلقہ امراء نے پیش کیا۔ جس میں حلقہ وتناظیم کے تحت منعقد ہونے والے توسیع دعوت پروگرامز، اسرہ جات وحلقہ جات قرآنی میں رفقاء واحباب کی شرکت، اور تنظیم میں شامل ہونے والے نئے رفقاء سے متعلق اعداد وشمار پیش کئے گئے۔ اس موقع پر امیر حلقہ نے بتایا کہ الحمدللہ مرکز حلقہ، مسجد جامع القرآن، گلشن سحر، قاسم آباد میں کچھ رفقاء واحباب کے تعاون سے اسٹوڈیو کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے جہاں دروس قرآن کی ریکارڈنگ کی جائے گی۔ مزید براں کیبل پر ایک مقامی چینل بھی حاصل کیا جارہا ہے، جس کے ذریعہ ان شاءاللہ حیدرآباد شہر میں دعوتی پروگرام وسیع پیمانے پر نشر کئے جائیں گے۔ نیز توسیعی دعوتی پروگرامز اور تعارف تنظیم کے سلسلہ میں حلقہ حیدرآباد کے دیگر شہروں، گاؤں، گوٹھوں وغیرہ میں الحمدللہ باقاعدگی سے دعوتی پروگرامز منعقد کئے جارہے ہیں۔ اس سلسلہ میں مورو، ٹنڈو آدم، ٹھارو شاہ، نواب شاہ، خان واھن، اور دادو میں اجتماعات منعقد کئے گئے ہیں۔ بعد نماز عشاء ''دینی فرائض کا جامع تصور'' کے موضوع پر، حلقہ کراچی شمالی کے ناظم دعوت عامر خان کو خطاب کرنا تھا، لیکن کراچی حیدرآباد سپر ہائی وے پر ٹرالر والوں کی ہڑتال اور ٹریفک جام کے سبب اُن کو راستہ ہی سے کراچی لوٹنا پڑا۔ چنانچہ اُن کی جگہ پر امیر حلقہ شفیع محمد لاکھو نے خطاب کیا، مذکورہ خطاب میں رفقاء واحباب کے علاوہ خواتین نے بھی شرکت کی۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام خصوصی سیمینار کا انعقاد

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام 28 مارچ 2013ء کو حبیب میرج ہال پلیڈر لائن اٹک میں ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ سیمینار کا موضوع ''نظام کی تبدیلی کا نبوی راستہ'' تھا۔ پروگرام کے باقاعدہ آغاز سے قبل 5 بجے شرکاء نے ہال میں قاری محمد نعیم کی اقتدا میں عصر کی نماز باجماعت ادا کی۔ پروگرام میں سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری رفیق تنظیم محمد یاسر نے ادا کی۔

پروگرام کا آغاز قاری حفیظ الرحمٰن صاحب کی تلاوت سے ہوا۔ تلاوت کے بعد مہمان مقرر تنظیم اسلامی پاکستان کے مرکزی نائب ناظم اعلیٰ خالد محمود عباسی کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ مسلمانوں نے دنیا بھر میں غلبۂ اسلام کے لئے بہت زیادہ قربانیاں دیں، مگران کا آج تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے وہ راستہ نہیں اپنایا جو محمد رسول اللہ ﷺ کا راستہ ہے۔ خالد محمود عباسی کے بیان کے بعد تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے امیر راجہ محمد اصغر نے دعا کرائی۔ دعا کے بعد ہال میں شرکاء نے رفیق تنظیم قاری محمد نعیم کی اقتدا میں مغرب کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ حاضرین نے مختلف موضوعات بالخصوص انتخابی سیاست اور انقلابی طریق کے حوالے سے سوالات کئے، جن کے خالد محمود عباسی نے مدلل جوابات دیئے۔ دُعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ پروگرام کی کامیابی کے سلسلے میں نسیم بیگ اور مبشر عارف نے خصوصی محنت اور تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین۔ (رپورٹ: محمد یاسر)

حلقہ کراچی جنوبی کے تحت مقامی امراء وناظمین دعوت کا تربیتی اجتماع

21 اپریل 2013ء کو حلقہ کراچی جنوبی کے زیرِ اہتمام مقامی تناظیم کے امراء مع ناظمین دعوت کا تربیتی اجتماع صبح 9 بجے تا دوپہر 1 بجے قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں منعقد ہوا۔ اجتماع میں امراء، مقامی ناظمین دعوت، معاون ناظم دعوت اور مقامی نقباء اعلیٰ نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ اجتماع میں حلقہ کراچی جنوبی کے قرآن فہمی کورس پارٹ II کے فارغ التحصیل طلبہ بھی بحیثیت مبصر شریک ہوئے۔ پروگرام کا آغاز حلقہ کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس کے ابتدائی کلمات سے ہوا۔ انہوں نے شرکاء کو اجتماع میں آمد پر خوش آمدید کہا اور بروقت آمد پر اُن کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی پروگرام کی ترتیب سے آگاہ کیا۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز تذکیر بالقرآن سے ہوا، جس کی سعادت امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر نے حاصل کی۔ انہوں نے چند آیات قرآنی کی روشنی میں ''دعوت کی اہمیت وفضیلت'' کے موضوع پر درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے ظہور نبوت کے بعد سے اپنی حیات مبارکہ کے آخری سانس تک جس کام کو مستقلاً سرانجام دیا وہ دعوت الی اللہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس زمین کے اوپر اور آسمان سے نیچے انسان کے لیے اس مرتبے سے بلند تر کوئی مرتبہ نہیں کہ وہ داعیاً الی اللہ اور سراجاً منیراً سے کسب نور کر کے خود بھی ہدایت کا ایک چھوٹا چراغ بن جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ صحابہؓ بھی اہل وعیال اور کنبے قبیلے والے تھے۔ اُن کے بھی تجارت وکاروبار تھے۔ اُن کی بھی دوستیاں اور تعلقات تھے، مگران میں سے کوئی ایک چیز بھی اس عظیم مقصد میں رکاوٹ نہ بنی۔ انہوں نے دعوت دین کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ محبت رسول ﷺ کا ایک تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سنتِ دعوت کا اتباع کیا جائے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی طائف سے واپسی پر دعا کے ایک جملے ''اے اللہ! اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں'' کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ داعی دین اللہ کی رضا کی خاطر اس راہ میں آنے والی ساری تکالیف خندہ پیشانی سے جھیلتا ہے۔ بعدازاں مطالعہ احادیث مبارکہ کی سعادت حلقہ کے ناظم مکتبہ عبدالرزاق کوڈواوی نے سرانجام دی۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ایک فرمان مبارک ((کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ)) کی روشنی میں ایمان افروز خطاب کیا۔ اس کے بعد مذاکرہ ہوا جس کی ذمہ داری حلقہ کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس نے انجام دی۔ ان کا موضوع ''اعلیٰ ترین کامیابی کی طرف بلانے والوں کی صفات'' تھا۔ انہوں نے بذریعہ ملٹی میڈیا اپنی گفتگو میں کہا کہ اگر کوئی جماعت انقلابی ہونے کا دعویٰ کرے مگر اس کے رفقاء دعوت کا کام نہ کریں تو یہ جماعت کبھی اپنے مقصد کو حاصل نہ کر سکے گی۔ انہوں نے کہا کہ داعی کو ایک بہترین سیلز مین کی مانند ہونا چاہیے۔ ایک سیلز مین جس طرح تحقیق وتلاش، اور مواقع کا متلاشی ہوتا ہے، اسی طرح ہمیں بھی دعوت کا یہ کام پوری پلاننگ کے ساتھ سرانجام دینا ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا کہ جس طرح سے ایک سیلز مین اولاً اپنی مصنوعات کی اہمیت لوگوں میں اجاگر کرتا ہے اور بعدازاں انہیں انسانوں کی ضرورت قرار دے کر فروخت کر رہا ہوتا ہے، اسی طرح ہمیں بھی اولاً لوگوں میں یہ شعور بیدار کرنا ہوگا کہ انسانوں کے جو بھی جسمانی وروحانی مسائل ہیں، ان کا علاج دین پر عمل پیرا ہونے میں ہے اور جب وہ یہ محسوس کرنے لگیں کہ دین ہماری ضرورت ہے تو پھر ہمیں اس دین کی درست نہج پر تعلیم دینا ہوگی۔ اس کے بعد شرکاء کی باہمی ملاقات اور چائے کے لیے وقفہ کیا گیا۔ وقفہ کے بعد حلقہ کے ناظم دعوت حافظ عمیر انور نے نظام العمل میں درج ناظم دعوت کی ذمہ داریوں کا مطالعہ کروایا اور ناظم دعوت اپنے امیر کی معاونت بہتر انداز میں کیسے کر سکتے ہیں، اس کے حوالے سے چند مشورے بھی دیے۔ انہوں نے اپنے درس میں عمودی اور افقی نظم کی وضاحت بھی کی اور معاونین کو یاد دلایا کہ وہ اپنے مقامی امیر کے معاون ہیں، لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری کی بہ طریق احسن ادائیگی کے لیے اپنے امیر ہی سے ہدایات لیں اور انہی کو رپورٹ کریں۔ آخر میں امیر حلقہ نے چند ہدایات دیں اور اعلانات کیے۔ امیر حلقہ نے شرکاء اور خصوصاً مدرسین کا شکریہ بھی ادا کیا جنہوں نے بڑی جانفشانی سے اپنی ذمہ داریاں انجام دیں۔ مسنون دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس محنت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے اور خدمت دین کے لیے مزید ہمت وحوصلہ عطا فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: محمد سہیل)

حلقہ پنجاب شرقی کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شرقی کے زیرِ اہتمام کائنات شادی ہال رینالہ خورد میں 7 روزہ فہم القرآن پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام میں مدرس کی ذمہ داری نثار احمد شفیق نے نبھائی۔ یہ پروگرام روزانہ رات 9 بجے سے 10 بجے تک جاری رہتا۔ پروگرام میں خواتین کی شرکت کے لئے الگ باپردہ انتظام کیا گیا تھا۔ پروگرام سے مجموعی طور پر 600 خواتین اور 250 مردوں نے استفادہ کیا۔ شرکاء نے پروگرام کو بے حد پسند کیا اور سراہا۔ ایک اور 25 روزہ پروگرام فورٹ عباس میں فیصل پبلک سکول میں ہوا، جس میں منیر احمد نے مقرر کے فرائض سرانجام دیے۔ انہوں نے سورۃ الفاتحہ سے سورۃ البقرہ اور اس کے علاوہ کچھ مضامین کا مطالعہ کروایا۔ اس پروگرام میں تقریباً 40 خواتین اور 70 مرد حضرات شامل رہے۔ آخری روز 6 خواتین اور 15 مردوں نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ شرکاء نے پروگرام کو بے حد پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس راستے میں پیش آمدہ ہماری مشکلات کو اپنی رحمت وفضل سے آسان فرمائے، اور خدمت دین کے لئے مزید ہمت وحوصلہ عطا فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: عابد حسین)

☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کی رہائشی لڑکی، عمر 26 سال، قد 5.4 تعلیم ایم اے انگلش
لڑکی، عمر 25 سال، قد 5.5 تعلیم ایم اے ماس کمیونیکشن
لڑکی، عمر 24 سال، قد 5.3 تعلیم ایم بی اے
لڑکی، عمر 23 سال، قد 5.5 تعلیم سی اے
کے لئے دین دار نیک سیرت لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔
ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0323-4379668

☆ ملتان کے رہائشی بزرگ رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، (خلع یافتہ) عمر 27 سال، قد 5.7 خوبصورت وسیرت صوم وصلوٰۃ کی پابند ذاتی مکان کے لئے پڑھے لکھے برسرروزگار دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

صرف والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0301-7444060

Mohammad Faheem

OF DICTATOR S CRIMES AND JUSTICE

Those, elevated to the throne of the state under the NRO deal, had repaid Musharraf by sending him off with guard of honor after his nine years dictatorial rule in the uniform. After a five-year self imposed exile he returned, most probably with another NRO deal brokered with the good offices of some Arab Shieoukhs under the patronage of the White House and the Pentagon. Musharraf was under the misconception to be warmly welcomed by his countrymen who were facing extreme frustration and despair at the hands of Zardari and company s misrule during their five years term in power. He was wrong in his judgment and fell in the net he had woven for himself by committing a number of crimes during his dictatorial rule. Presently his three crimes are under adjudication including the assassination of BB, the most important national and international level politician. The other important case is the Judges case under trial. The mind of the common citizen is stuck as to why he is not tried for the treason he committed on the 12th of October 1999. There is no mention of that serious crime from any quarter, probably because the Judiciary of the time had validated the criminal act of Musharraf under the law of necessity. The Chief Justice of the time Honorable Mr. Justice Saeed-uz-Zaman Siddiqui was in a way house arrested under the guard of an army Colonel deployed at the entrance of his house, as the top Judge was not endorsing any argument based on the necessity of law. Anyhow, the crime of the dictator was validated giving the dictator full powers to do what he liked.

The second assault on the Constitution of the country was the heinous crime of the 3rd November, 2007 when he did it in the capacity of the Army Chief, being under the oath to be loyal to the Constitution. As such he is liable to be proceeded against under Article 6 of the Constitution in both the above cases. The shameful act of the 3rd November was fully supported and backed by America as Musharraf was thought to be the last man in the ranks who was fully following the dictates of America and who was to be succeeded by none of the same servility in the hierarchy. There are few indications whether he would be charged for other serious crimes, abusing the very spirit of Islam and the ideology of Pakistan. Cutting at the very roots of the ideological edifice of the country and declaring Ataturk as his ideal, Musharraf had undoubtedly sent across a message of his mindset to be a man to have complete apathy for the Islamic values and the Islamic status of the country. The Turkish leader had been censured for his anti-Islamic concepts and acts by Allama Iqbal in his poetry labeling him a man who collaborated the enemies of Islam in the dismantling the Institution of Khilafa. The dictator Musharraf had disclosed his mindset on the first day when he declared Kamal Ataturk as his ideal. He put his concept before the nation by displaying two pet dogs in his arms, telling the nation what type of man he was. He introduced the nude culture of mixed Marathon races with full vigor in order to appease his Western masters. In the name of freedom of media he opened the way for the secularist intellectuals, anchor persons and the liberals to spit out their venom against the country s ideology and the value structure of Islam. He fixed a quota of 33 % for women in the parliament simply to show to the West that he was going to adopt all measures against the sanctity of women in the name of progress, development and enlightened moderation. Women have not been given

that much representation in the Parliaments of Europe and America despite their philosophy of gender equality and the so-called WID activism. Women were given the opportunity to get into the government and semi government offices to fully popularize the curse of woman lib, a popular agenda of the west to pave way for molesting the sanctity of womanhood. Zubeda Jalal was entrusted with the task of replacing the Islamic subjects in the curricula for trash to deprave the tender mind of the youth. We had achieved Pakistan on the basis of Islam and had separated ourselves from the Hindu on the same philosophy. Musharraf did adopt all measures to obliterate the genuine concept of the genesis of the country thereby cutting at the very roots of the ideological country. Imran Khan has termed the NRO as the biggest crime of Musharraf. He is correct in the sense that NRO being an illegal act became more deplorable when external intervention was allowed in the brokering of the deal. It was a criminal deal even if done internally but its injurious affects increased manifold when it was done in participation of external elements and most probably on their behest. The unfortunate thing is that country like Qatar, which otherwise has no status except being a stooge of the US, is also a party to the deal. Imran Khan has probably termed it as the biggest crime on this account. Further misfortune of the nation is that Musharraf surrendered at one telephone call at the time when the conglomerate of the MMA was also a part of the government in Islamabad. They did nothing and even did not have the decency of character to come out of the government in protest. The so-called enlightened moderation so firmly exhibited by Musharraf in all fields was a mean attempt to please the Zionist lobbies in the corridor of power in the Western capitals. The so-called liberal and enlightened electronic media is so liberally displaying the rhetoric of people like Altaf Hussain who is advising people to vote for liberalism and secularism, obviously an antagonistic preaching against the underlysing ideology of the country.

Musharaf could broker a bargain with the US when he was surrendering to the telephonic call for becoming ally in the war of terror. He could by time on the plea of consulting his aides and advisors on the matter and chalk out a policy line in that respect. He could also keep the things off for a reasonable period of time on the excuse of consulting the neighboring countries like Russia, China, India and Iran as entering into the region with the complicity of the Pakistani leadership was a matter of great concern for the regional countries. Musharraf was unable to cash the event and he made his own conclusions for the justification of his cooperation in attacking a sovereign Muslim country in the name of war on terror. Musharraf used to narrate three big advantages of the joining American aggression against a Muslim Emirate of Afghanistan. According to his logic the economy of the country would boost up. He believed in American aid rather than having belief in the Almighty Allah. His second argument was that henceforth the atomic installations of the country will get more secured and the Kashmir issue will be resolved. One wonders as to what was the basis on which Musharraf was falling in this euphoria. He counted all these gains in the Ulema convention which he had convened in the name of consultation after he had committed all these things to America. It was a consultation after the decision had already been done by the single person alone. Some of the learned intellectuals and ulema, in the same meeting had warned Musharraf of the dire consequences what wrong direction he had adopted.

(To be Continued)